سرکاری رسالے

قادیانیت، اسلام کیلئے سنگین خطرہ

پر محاکمہ (11)

عرفانِ ختمِ نبوّت

الناشر: ایڈیشنل ناظر اشاعت و وکیل التصنیف لندن

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ

بنصرہ العزیز نے جماعت احمدیہ انگلستان کے جلسہ سالانہ

سے (ٹلفورڈ) اسلام آباد میں ۷ اپریل ۱۹۸۵ء کو

جو معرکہ آرا اختتامی خطاب فرمایا تھا اس کا مکمل

متن افادہ احباب کے لئے اگلے صفحات میں پیش

کیا جا رہا ہے۔

مندرجات

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۱	ایک مکروہ اور بے بنیاد الزام	۴
۲	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خاتمیت پر گہرا اور پختہ ایمان	۵
۳	تلبیس اور حق پوشی کا شاہکار	۸
۴	مفکرِ اسلام کی مذہبی حیثیت	۱۰
۵	خاتمیت، تمام کمالاتِ نبوت پر حاوی ہے	۱۱
۶	خاتمیت کا ایک نیا عارفانہ پہلو	۱۸
۷	مفکرینِ اسلام کی پُرحکمت توجیہات	۲۱
۸	خاتمیت زمانی حدود وقیود سے بالا ہے	۲۴
۹	اُمتی نبی کا آنا ختمِ نبوت کے منافی نہیں	۲۷
۱۰	ایک احمقانہ اور جاہلانہ تاویل	۳۵
۱۱	ببیں تفاوتِ راہ از کجا است تا بکجا	۴۱
۱۲	مزعومہ تصور کی چھاپ کا اصل مآخذ	۴۴
۱۳	خاتمیت کا مفہوم از روئے احادیث	۴۸
۱۴	آنے والا مسیح نبی اللہ ہوگا	۵۰
۱۵	تکمیلِ عمارت سے مراد اکمل شریعت	۵۸
۱۶	بَعْدِی کے لغوی معنے	۶۰
۱۷	نبی کی بعثت اور ضرورتِ زمانہ	۶۳
۱۸	امکانِ نبوت کی ایک اور دلیل	۶۶
۱۹	حدیث لَا نَبِیَّ بَعْدِی کی اصل حقیقت	۶۹
۲۰	حضرت عائشہ صدیقہؓ کا قول	۷۳
۲۱	امام ابن قتیبہؒ کی تشریح	۷۴
۲۲	ایک متقی عالمِ دین کا فیصلہ	۷۵
۲۳	شریعت لانے والا نبی نہیں آسکتا	۷۶
۲۴	غیر شرعی نبی آسکتا ہے	۷۷
۲۵	اہلِ حدیث عالم کا عقیدہ	۷۹
۲۶	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اور مرتبہ کا نبی نہیں آسکتا	۸۰
۲۷	سرکاری کتابچہ کی ایک اور تلبیس	۸۳
۲۸	خاتم النبیین کی پُرمعارف تشریح	۸۶
۲۹	کامل کتاب کی موجودگی میں اُمت کے روگ	۹۰
۳۰	تاریخِ انبیاء کے چند اسباق	۹۲
۳۱	موجودہ زمانہ میں مصلحِ ربانی کی ضرورت	۹۵
۳۲	صدوم کی بستی کا احتجاج	۱۰۳
۳۳	ظہورِ مہدی کی انتظار	۱۰۵

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۳۴	آخرین منھم کی تبیین	۱۱۹
۳۵	سرکاری کتابچہ کا ہیر پھیر	۱۱۲
۳۶	قدرت کا مضمون ۔ عنوان کی تبدیلی	۱۱۵
۳۷	سچے اور جھوٹے میں مابہ الامتیاز	۱۱۸
۳۸	مامور من اللہ کی مخالفت کی اصل وجہ	۱۲۲
۳۹	سرکاری کتابچہ کی ملمع سازی	۱۲۵
۴۰	عقیدہ ختم نبوت اور ایمانیات کی بنیادیں	۱۲۸
۴۱	عقیدہ ختم نبوت اور تہذیب و ثقافت	۱۳۲
۴۲	اسلامی تہذیب و ثقافت علماء کی نظر میں	۱۳۴
۴۳	ایک دعویٰ بلا دلیل	۱۳۸
۴۴	قرآن کریم کی واضح آیات سے تجاہل عارفانہ	۱۴۰
۴۵	احادیث نبویہ اور اقوالِ ائمہ سے انحراف	۱۴۹
۴۶	مہدی اور مسیح ایک ہی وجود ہے	۱۵۴
۴۷	نزولِ مسیح کا عقیدہ اور سرکاری کتابچہ کا مغالطہ	۱۵۵
۴۸	ایک قطعی مسئلے پر انتہائی ظالمانہ روش	۱۵۸
۴۹	صبر و شکر اور تسلیم و رضا کا دلکش اظہار	۱۶۲

اختتامی خطاب بر موقع سالانہ جلسہ انگلستان ۷ اپریل ۱۹۸۵ء

پاکستان کے سرکاری کتابچہ میں لگائے گئے الزامات میں سے سب سے زیادہ مکروہ، سب سے زیادہ جھوٹا، سب سے زیادہ بے حقیقت اور سب سے زیادہ دکھ دینے والا الزام۔

اس سے بڑا کوئی جھوٹ نہیں کہ نعوذ باللہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین یقین نہیں کرتے تھے۔

جس نے بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریرات پڑھی ہوں وہ ایک لمحہ کے لئے بھی اس الزام کو قابل توجہ نہیں سمجھے گا۔

آپ جس عرفان اور جس وسعت و گہرائی کے ساتھ ختم نبوت کے مضمون کو سمجھتے تھے ہمارے مخالفین اس کے پاسنگ کو بھی نہیں پہنچ سکتے۔

ختم نبوت کے متعلق جماعت احمدیہ کا عقیدہ بزرگانِ اُمت اور ائمہ سلف کے عقیدہ کے مطابق ہے۔

عرضِ حال

جماعت احمدیہ کے خلاف حکومت پاکستان ایک لمبے عرصہ سے جو ظالمانہ کاروائیاں کر رہی ہے اس کا منہ بولتا ثبوت، تعصب سے پُر وہ مزعومہ "قرطاس ابیض" ہے جس کا نام "قادیانیت، اسلام کے خلاف سنگین خطرہ" ہے جو حکومت نے شائع کیا ہے اور جس میں اپنے اس آرڈیننس کے جواز میں جو ۲۶ اپریل ۱۹۸۴ء کو جاری کیا گیا تھا کئی عذر لنگ پیش کئے ہیں۔

اس رسالہ کی اشاعت کے ذریعہ سے اس نام نہاد اسلامی حکومت نے اسلامی تعلیم سے سراسر پہلو تہی برتتے ہوئے احمدیوں سے ان کے جملہ مذہبی، معاشرتی اور انسانی حقوق چھین لئے ہیں۔ اس پر مستزاد اس مزعومہ "قرطاس ابیض" کے ذریعہ یہ کہنے کی کوشش بھی کی گئی ہے کہ جماعت احمدیہ کے مفسدانہ طور اطوار کی وجہ سے ہم مجبور تھے کہ ان پر یہ قیود لگاتے۔

جہاں تک اس قرطاس ابیض میں جماعت کے خلاف اٹھائے گئے اعتراضات کی نوعیت کا سوال ہے یہ تو وہی بے ہودہ، فرسودہ اور گھسے پٹے اعتراضات ہیں جن کا جواب جماعت کے لٹریچر میں قرآن و حدیث کی روشنی میں بارہا کافی و شافی طور پر دیا جا چکا ہے جو آج مجلد کتب کی شکل میں شائع شدہ موجود ہیں۔

گو ہمیں دلائل قاطعہ و براہین ساطعہ سے مزین اس لٹریچر کی موجودگی میں مزعومہ "قرطاس ابیض" میں کئے گئے اعتراضات کا جواب دینے کی کوئی ضرورت تو نہ تھی مگر اس خیال سے کہ غیر یہ نہ سمجھیں کہ ہم جواب نہیں دے سکے۔ یا اس لٹریچر کے بالعموم ختم ہو چکنے کی وجہ سے متلاشیان حق کو کسی دقت کا سامنا نہ کرنا پڑے سیدنا امام جماعت احمدیہ خلیفۃ المسیح الرابع حضرت مرزا طاہر احمد ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے خود اپنے خطبات جمعہ میں ان اعتراضات کے جواب دیئے ہیں۔ خدا تعالیٰ کی مخفی در مخفی حکمتوں نے خود امام جماعت احمدیہ کی زبان مبارک سے ان اعتراضات کے جواب دلا کر سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ۸۲ سال پرانے ایک رؤیا کو پورا فرمایا۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں

"خواب میں میں نے دیکھا۔ میرے ہاتھ میں ایک کتاب ہے کسی مخالف کی۔ میں اسے پانی میں دھو رہا ہوں

اور ایک شخص پانی ڈال رہا ہے۔ جب میں نے نظر اٹھا کر دیکھا
تو وہ ساری کی ساری کتاب دھوئی گئی ہے اور سفید کاغذ نکل آیا
ہے۔ صرف ٹائٹل پیج پر ایک نام یا اس کے مشابہ رہ گیا ہے۔"
(۱۰ ستمبر ۱۹۰۳ء ۔ تذکرہ صفحہ ۴۸۹)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اس رؤیا میں "پانی ڈالنے" والے حصہ کو پورا کرنے کی سعادت ہمارے نوجوان مبلغ چوہدری ہادی علی صاحب مبلغ انگلستان کو نصیب ہوئی جو جوابات کی تیاری میں حضور ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی مدد کرتے رہے۔

مذکورہ قرطاس ابیض کے جوابات پر مشتمل یہ خطبات اب مختلف مواضیع کے لحاظ سے الگ الگ پمفلٹس کی صورت میں ایک سیریز (SERIES) کی صورت میں شائع کئے جا رہے ہیں۔ آئندہ پروگرام یہ ہے کہ ہم ان سب کو یکجائی صورت میں کتابی شکل میں بھی شائع کریں گے۔ انشاء اللہ العزیز۔

خدا کرے یہ ان سب لوگوں تک پہنچیں جو ان کے مطالعہ کی تمنا رکھتے ہیں اور اللہ تعالیٰ انہیں بہتوں کی ہدایت کا موجب بنائے۔ آمین۔

خاکسار
مبارک احمد ساقی

ایڈیشنل ناظر اشاعت وکیل التصنیف
لندن
ستمبر 1985ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

تلاوت قرآن کریم اور نظم کے بعد حضور نے تشہد و تعوذ اور سورہ فاتحہ کے بعد قرآن مجید کی مندرجہ ذیل آیات تلاوت فرمائیں۔

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ
وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ؕ
وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا ۝ يٰٓاَيُّهَا
الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا

كَثِيْرًا ۙ وَّ سَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّ اَصِيْلًا

(سورۂ احزاب آیت ۴۱ تا ۴۳)

اس کے بعد آپ نے فرمایا:۔

ایک مکروہ اور بے بنیاد الزام

حکومتِ پاکستان کا شائع کردہ کتابچہ جسے بعض لوگ مبینہ قرطاسِ ابیض کہتے ہیں اُس میں جو الزامات حضرتِ مسیح موعود علیہ الصّلوٰۃ والسّلام اور جماعتِ احمدیہ پر لگائے گئے ہیں۔ ان میں سب سے زیادہ مکروہ سب سے زیادہ جھوٹا، سب سے زیادہ بے حقیقت اور سب سے زیادہ دُکھ دینے والا الزام یہ ہے کہ نعوذ باللہ من ذالک حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصّلوٰۃ والسّلام آیت خاتم النّبیّین کے منکر تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلّم کو خاتم النّبیّین یقین نہیں کرتے تھے اور جماعت احمدیہ بھی آپ کی متابعت میں ایسا ہی عقیدہ رکھتی ہے۔

یہ ایک ایسا جھوٹا، مکروہ اور بے بنیاد الزام ہے کہ جس کسی نے حضرت مسیح موعود علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کی تحریرات پڑھی ہوں، ایک لمحہ کے لئے بھی وہ اس الزام کو درخورِ اعتناء اور قابلِ توجہ نہیں سمجھے گا۔ لیکن بدقسمتی تو یہی ہے کہ اکثر لوگ ان تحریروں سے ناآشنا ہیں اور جن تک وہ تحریریں پہنچائی جاسکتی

تھیں حکومتِ پاکستان نے اس کی راہ میں تبر رکھ دیا اور وہ کتب ضبط کرلیں جن کے مطالعہ سے ایک عام مسلمان حقیقتِ حال تک پہنچ سکتا تھا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کی خاتمیت پر گہرا اور پختہ ایمان

جہاں تک اس الزام کے جھوٹا ہونے کا تعلق ہے حضرت مسیح موعود علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کی بے شمار تحریرات ہیں جو نثر میں بھی ہیں اور نظم میں بھی، اس بات کا قطعی ثبوت ملتا ہے کہ سب سے زیادہ عرفان کے ساتھ، سب سے زیادہ یقین کے ساتھ، سب سے زیادہ وسعت اور گہرائی کے ساتھ حضرت مسیح موعود علیہ الصّلوٰۃ والسّلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی خاتمیت پر ایمان رکھتے تھے اور جس حد تک اور جس وسعت سے اس مضمون کو سمجھتے تھے اس کے پاسنگ کو بھی ہمارے مخالفین یا دوسرے علماء کبھی نہیں پہنچ سکے۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ الصّلوٰۃ والسّلام فرماتے ہیں:۔

"اس جگہ یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ مجھ پر اور میری جماعت پر جو یہ الزام لگایا جاتا ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کو خاتم النّبیّین نہیں مانتے یہ ہم پر افترائے عظیم ہے ہم جس قوت، یقین، معرفت اور بصیرت کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کو

خاتم الانبیاء مانتے اور یقین کرتے ہیں اس کا لاکھواں
حصہ بھی دوسرے لوگ نہیں مانتے اور ان کا ایسا
ظرف ہی نہیں ہے۔ وہ اس حقیقت اور راز کو جو
خاتم الانبیاء کی ختم نبوت میں ہے سمجھتے ہی نہیں ہیں۔
انہوں نے صرف باپ دادا سے ایک لفظ سنا ہوا
ہے مگر اس کی حقیقت سے بے خبر ہیں اور نہیں
جانتے کہ ختم نبوت کیا ہوتا ہے اور اس پر ایمان
لانے کا مفہوم کیا ہے؟ مگر ہم بصیرت تام سے
(جس کو اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے) آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کو خاتم الانبیاء یقین کرتے ہیں۔ اور خدا تعالیٰ
نے ہم پر ختم نبوت کی حقیقت کو ایسے طور پر کھول دیا
ہے کہ اس عرفان کے شربت سے جو ہمیں پلایا گیا ہے
ایک خاص لذت پاتے ہیں جس کا اندازہ کوئی نہیں
کر سکتا بجز ان لوگوں کے جو اس چشمہ سے سیراب
ہوں۔" (ملفوظات جلد اوّل ص۳۴۲)

پھر آپ فرماتے ہیں :-

"ہمارے مذہب کا خلاصہ اور لُبّ لباب یہ ہے کہ
لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ
ہمارا اعتقاد جو ہم اس دنیوی زندگی میں رکھتے ہیں

جس کے ساتھ بفضل و توفیق باری تعالیٰ اس
عالم گزران سے کوچ کریں گے یہ ہے کہ حضرت
سیدنا و مولانا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم
"خاتم النبیین اور خاتم المرسلین" ہیں جن کے ہاتھ
سے اکمالِ دین ہو چکا اور وہ نعمت بمرتبہ تمام پہنچ چکی
جس کے ذریعہ سے انسان راہِ نجات کو اختیار کر کے
خدا تعالیٰ تک پہنچ سکتا ہے۔" (ازالہ اوہام ص۶۹)

پھر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں :-

"چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی پاک باطنی اور
انشراح صدری و عصمت و حیاء و صدق و صفا و توکل و
وفا و عشق الٰہی کے تمام لوازم میں سب انبیاء سے بڑھ کر
اور سب سے افضل و اعلیٰ و اکمل و ارفع و اجلیٰ و اصفیٰ
تھے اس لئے خدائے جلّ شانہٗ نے ان کو عطر کمالاتِ خاصہ
سے سب سے زیادہ معطر کیا اور وہ سینہ و دل جو تمام
اوّلین و آخرین کے سینہ و دل سے فراخ تر و پاک تر و
معصوم تر و روشن تر و عاشق تر تھا اسی لائق ٹھہرا کہ
اس پر ایسی وحی نازل ہو کہ جو تمام اوّلین و آخرین کی
وحیوں سے اقویٰ و اکمل و ارفع و اتم ہو کر
صفاتِ الٰہیہ کے دکھانے کے لئے ایک نہایت صاف

کشادہ اور وسیع آئینہ ہو" (مرمرچشم آریہ صفحہ ۲۳)

تلبیس اور حق پوشی کا شاہکار

اب میں ان الزامات کو نقطہ بہ نقطہ لیتا ہوں جو جماعتِ احمدیہ اور اس کے بانی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر عائد کیے گئے ہیں۔ یہ کتابچہ اور اس میں جو کچھ لکھا گیا وہ ایک تلبیس کا شاہکار ہے اور جیسا کہ اس کی عبارات پڑھ کر آپ کو سناؤں گا سچ کو جھوٹ سے ملا کر یا سچ کہہ کر غلط نتائج نکال کر یا جھوٹ کہہ کر اس کے منطقی نتائج نکال کر ایسی باتیں لکھی گئی ہیں کہ تمام کا تمام کتابچہ ایک تلبیس اور حق پوشی کا شاہکار بن گیا ہے۔ سب سے پہلے میں اس کی ایک تحریر آپ کو پڑھ کر سناتا ہوں! لکھتے ہیں:

"گزشتہ چودہ سو سال کے دوران خاتم النبیین کی تمام دنیا میں مسلّمہ تشریح اور تفسیر یہ رہی ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم خدا کے آخری نبی تھے اور ان کے بعد کوئی اور نبی نہیں آئے گا۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام بھی خاتم النبیین کی قرآنی اصطلاح کا یہی مفہوم لیتے تھے اور اسی غیر متزلزل عقیدے کی بنیاد پر وہ ہر ایسے آدمی کے خلاف صف آراء رہے جس نے نبی ہونے کا دعویٰ کیا۔ زمانہ بعد میں اسلام کی پوری تاریخ کے دوران امتِ مسلمہ نے ایسے کسی آدمی

کو کبھی معاف نہیں کیا جس نے نبوت کا دعویٰ کیا ہو"
(سرکاری کتابچہ صفحہ ۲۴، ۲۵)

پھر لکھتے ہیں کہ:-

"مشہور و معروف صاحبِ فکر مؤرخ ابن خلدون، امام ابن تیمیہ، ان کے روشن ضمیر شاگرد ابن قیم، شاہ ولی اللہ دہلوی اور علامہ محمد اقبال ایسے عظیم مسلمان مفکر ہیں جنہوں نے ختمِ نبوت کے علمی، معاشرتی اور سیاسی مضمرات پر بحث کی ہے۔ اس موضوع پہ علامہ اقبال کے خیالات اس رسالہ میں آپ آگے چل کر ملاحظہ فرمائیں گے" (کتابچہ صفحہ ۲)

جہاں تک دوسرے حصّے کا تعلق ہے کہ مسلمانوں کی تاریخ میں دعویٰ دارانِ نبوت سے کیا سلوک کیا گیا اور اس کا کیا منطقی نتیجہ نکلتا ہے اس سلسلے میں میں بعد میں گفتگو کروں گا۔ سب سے پہلے میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ یہ دعویٰ کہ امتِ مسلمہ کے مسلّم بزرگ بلا استثناء یہی اعلان کرتے رہے کہ آیت خاتم النبیین کا مطلب "خدا کے آخری نبی" کے سوا اور کچھ نہیں بنتا، یہ سراسر جھوٹ ہے اور امتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کے گذشتہ بزرگوں پر ایک سراسر تہمت ہے۔ اس سے زیادہ اس کی کوئی حقیقت نہیں۔ خاتم النبیین کا مضمون تو بہت وسیع ہے اور بہت گہرے

اور اس کے مطالب اتنے وسیع ہیں کہ اگر صرف مثبت پہلو اس کے بیان کئے جائیں یعنی دشمن کے استدلال کو رد کرنے کے بغیر صرف خاتم النبیین کی تفسیر بیان کی جائے تب بھی اس کے لئے بہت لمبا وقت درکار ہے اور اس ایک مجلس میں ایسا ہونا ممکن نہیں ہے اس لئے سردست میں اپنے آپ کو صرف الزامات کے جوابات تک محدود رکھوں گا۔

مفکرِ اسلام کی مذہبی حیثیت

جہاں تک اسلام کے عظیم مفکرین کا تعلق ہے ان میں جو پہلے تین نام لئے گئے ہیں ان سے تو انکار نہیں ہے، یقیناً ان بزرگوں نے اسلام کے فکر اور اسلام کے فلسفے میں بہت عظیم خدمات سرانجام دی ہیں۔ اور جماعت احمدیہ کو ان کا یہ دعویٰ تسلیم ہے کہ یہ بڑے مفکر، بڑے صاحب علم و عرفان لوگ تھے مگر جہاں تک علامہ اقبال کو مفکرِ اسلام کے طور پر پیش کرنے کا تعلق ہے تو اس ضمن میں میں صرف علامہ اقبال کی ایک تحریر آپ کے سامنے رکھ دیتا ہوں اس سے آپ خود نتیجہ نکالئے کہ یہ کس قسم کے مفکرِ اسلام ہیں۔

علامہ صاحب اپنے مکتوب بنام پروفیسر صوفی غلام مصطفیٰ صاحب تبسم میں لکھتے ہیں:۔

"میری مذہبی معلومات کا دائرہ نہایت محدود ہے۔

میری عمر زیادہ تر مغربی فلسفہ کے مطالعہ میں گذری ہے اور یہ نقطۂ خیال ایک حد تک طبیعتِ ثانیہ بن گیا ہے۔ دانستہ یا نادانستہ میں اسی نقطۂ خیال سے حقائقِ اسلام کا مطالعہ کرتا ہوں"

(اقبال نامہ حصہ اوّل صفحہ ۴۶، ۴۷ ناشر شیخ محمد اشرف تاجر کتب کشمیری بازار لاہور)

جس مفکرِ اسلام کا یہ اعتراف ہو کہ مغربی مفکرین اور مغربی فلسفے کے تابع رہ کر وہ قرآن کا مطالعہ کرتا ہے اور پھر مذہبی معلومات بھی نہایت محدود ہیں اس کے متعلق یہ سوچنا کہ وہ اُمتِ مسلمہ کے سامنے ایک سند کے طور پر پیش کیا جائے، انہی لکھنے والوں کو زیب دیتا ہے، کوئی معقول آدمی ایسا سوچ بھی نہیں سکتا۔

خاتمیت تمام کمالاتِ نبوت پر حاوی ہے

جہاں تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے اور اس کے وسیع معانی کا تعلق ہے میں چند اقتباسات آپ کے سامنے رکھتا ہوں۔ پہلے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اقتباسات اور پھر اس سے ملتے جلتے ایسے اقتباسات جو گذشتہ صلحائے اُمت اور اہلِ فکر نے پیش کئے ہیں۔ اس سے آپ کو اندازہ ہوگا کہ اتنے وسیع مضمون کو آج ان لوگوں کی طرف سے کس قدر محدود رنگ میں پیش کرنے کی کوشش کی گئی

ہے اور جس رنگ میں پیش کرنے کی کوشش کی گئی وہ بہرحال غلط ہے یعنی خاتمیت کا صرف یہ مفہوم سمجھا گیا کہ آپؐ زمانے کے لحاظ سے آخری نبی ہیں، حالانکہ اُمّتِ محمدیہ اس بات کو رَدّ کر چکی ہے اور دوسرے پُر معارف مفاہیم جو بہت عظیم الشان ہیں وہ مطالب اور معارف جو بہت گہرے ہیں ان کو ان سطحی سوچ رکھنے والوں کی طرف سے کلیۃً نظر انداز کر دیا گیا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:۔

"بلاشبہ یہ سچ بات ہے کہ حقیقی طور پر کوئی نبی بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کمالاتِ قدسیہ سے شریک و مساوی نہیں ہو سکتا بلکہ تمام ملائکہ کو بھی اس جگہ برابری کا دم مارنے کی جگہ نہیں چہ جائیکہ کسی اور کو آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کے کمالات سے کچھ نسبت ہو۔" (براہین احمدیہ ص۲۵۵)

یہ ہے خاتمیت کا مفہوم کہ تمام مخلوق میں سب سے اونچا مقام رکھنے والا نبی، ملائکہ کو بھی جہاں دَم مارنے کی اجازت اور توفیق نہیں۔ یعنی خاتمیت اور معراج دراصل ایک ہی چیز کے دو نام ہیں۔ پھر آپ فرماتے ہیں:

"ہمارے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (دیکھئے لفظ "ہمارے" میں کیسا پیار ہے) کی فراست اور فہم تمام اُمّت کی

مجموعی فراست اور فہم سے زیادہ ہے بلکہ اگر ہمارے بھائی جلدی سے جوش میں نہ آجائیں تو میرا تو یہی مذہب ہے جس کو دلیل کے ساتھ پیش کر سکتا ہوں کہ تمام نبیوں کی فراست اور فہم آپ کی فہم اور فراست کے برابر نہیں۔"
(ازالہ اوہام ص۳۰)

یعنی خاتمیت حاوی ہے تمام کمالاتِ نبوت پر اور اس کا ایک جزو فراست ہے، یہ ارفع معانی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے طفیل ہمیں معلوم ہوئے ہیں۔ اور اس سے پہلے بعض دوسرے مفکرین نے بھی اس سے ملتے جلتے خیالات کا اظہار کیا ہے۔ جہاں تک مضمون کی گہرائی اور وسعت کا تعلق ہے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشادات آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خاتمیت کے متعلق بہت زیادہ گہرے اور بہت زیادہ وسیع ہیں۔
چنانچہ حضور علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"بلاشبہ یہ سچ بات ہے کہ حقیقی طور پر کوئی نبی بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کمالاتِ قدسیہ سے شریک و مساوی نہیں ہو سکتا بلکہ تمام ملائکہ کو بھی اس جگہ برابری کا دم مارنے کی جگہ نہیں چہ جائیکہ کسی اور کو آنحضرتؐ کے کمالات سے کچھ نسبت ہو۔"

یہاں قوتِ قدسیہ میں خاتمیت کو ظاہر فرمایا گیا ہے فراست ہی

میں نہیں قوتِ قدسیہ میں بھی تمام انبیاء اور ملائکہ کی مجموعی قوتِ قدسیہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اپنی ذات میں گھیرے ہوئے تھے اس وجہ سے آپ خاتم قرار دیئے گئے۔ یہ اقتباس میں پہلے بھی پڑھ چکا تھا لیکن اس نقطۂ نگاہ سے وضاحت ضروری تھی اس لئے دوبارہ پڑھا۔

پھر حضور فرماتے ہیں :۔

"تمام رسالتیں اور نبوتیں اپنے آخری نقطہ پر آکر جو
ہمارے سید و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود تھا کمال کو
پہنچ گئیں " (اسلامی اصول کی فلاسفی)

یعنی صرف یہی نہیں ہے کہ گذشتہ انبیاء کی خوبیاں جمع ہوئیں بلکہ جمع اس شان سے ہوئیں کہ ہر خوبی اپنے کمال کو پہنچ گئی۔

یہ ہے وہ عارفانہ کلام خاتمیت کے متعلق جو حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خدا تعالیٰ کی طرف سے عطا ہوا ہے۔ پھر فرماتے ہیں :۔

"ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم جامع کمالاتِ متفرقہ
ہیں جیسا کہ قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے
فَبِهُدٰهُمُ اقْتَدِهْ یعنی تمام نبیوں کو جو ہدایتیں
ملی تھیں ان سب کی اقتداء کر۔ پس ظاہر ہے کہ جو
شخص ان تمام متفرق ہدایتوں کو اپنے اندر جمع کرے گا
اس کا وجود ایک جامع وجود ہو جائے گا اور تمام نبیوں

سے وہ افضل ہوگا " (چشمہ مسیحی)

یہاں تعلیم کے لحاظ سے خاتمیت کا ذکر ہے گذشتہ تعلیمات جتنی بھی دُنیا میں آئیں ان میں سے ہر اچھی تعلیم کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم میں اکٹھا کر دیا گیا۔

پھر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں :۔

"تمام نبوتیں اور تمام کتابیں جو پہلے گذر چکیں ان
کی الگ طور پر پیروی کی حاجت نہیں رہی۔ کیونکہ
نبوتِ محمدیہ سب پر مشتمل اور حاوی ہے (پہلی تحریر میں
جو دعویٰ کیا گیا ہے یہ اس کا ایک طبعی نتیجہ ہے) بجز
اس کے سب راہیں بند ہیں۔ تمام سچائیاں جو خدا تک
پہنچاتی ہیں اسی کے اندر ہیں نہ اس کے بعد کوئی نئی
سچائی آئے گی اور نہ اس سے پہلے کوئی ایسی سچائی
تھی جو اس میں موجود نہیں اس لئے اس نبوت پر
تمام نبوتوں کا خاتمہ ہے اور ہونا چاہیئے تھا "

(الوصیت صفحہ ۱۷، ۱۸)

گذشتہ نبوتوں اور کتابوں کی الگ طور پر پیروی کی حاجت نہیں یہ بھی خاتمیت کا ایک تقاضا ہے۔ الگ طور پر پیروی کی حاجت تو تب رہتی ہے اگر کوئی حصہ سچائی یا نور کا احاطے سے باہر رہ جائے۔ جب کلیۃً ہر سچائی ہر نور احاطہ ختم نبوت میں داخل

تکمیل اس پر ہو گئی۔

جو بھی پانی ہے وہ ہم اسی سے لے کر پیتے ہیں جو بھی سیراب
ہوا ہے وہ اسی سے سیراب ہوا ہے۔
ہم ہر روشنی اور ہر کمال اسی سے حاصل کرتے ہیں۔ محبوب ازلی
کا وصل بغیر اس کے ناممکن ہے۔
ایسا ہی عشق مجھے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات سے ہے۔
میرا دل تو ایک پرندہ کی طرح مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف
ہر آن اڑے چلا جاتا ہے۔

خاتمیت کا ایک نیا عارفانہ پہلو

اس میں ایک نیا پہلو خاتمیت کا یہ بیان فرمایا گیا کہ خاتمیت اپنی ذات تک درجہ کمالات کو سمیٹنے تک محدود نہیں بلکہ پھر اس فیض کو آگے جاری کرنے والی بھی ہے۔ ایسی خاتمیت نہیں جو سمیٹ کر بیٹھ رہے اور پھر اس فیضان کو آگے جاری نہ کرے بلکہ اس فیضان کو اس شان سے جاری کرتی ہے کہ ہر غلام صاحب کمال بنتا چلا جاتا ہے۔ اسی مضمون کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک اور جگہ یوں بیان فرماتے ہیں:۔

ہم ہوئے خیر اُمم تجھ سے ہی اے خیر رسل
تیرے بڑھنے سے قدم آگے بڑھایا ہم نے

یہ چند نمونے ہیں جو میں نے آپ کے سامنے پیش کئے ہیں

متفرق پہلوؤں سے۔ لیکن اتنا عظیم خزانہ ہے۔ خاتمیت کے موضوع پر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فرمودات میں کہ بالکل سچا فرمایا کہ اس کا لاکھواں حصّہ بھی ان مخالفین کو سمجھ اور فہم اور ادراک کا نصیب نہیں۔ ان کا تصور ہی وہاں تک نہیں پہنچ سکتا۔ بلکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جو عرفان حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا حاصل ہوا اس کا یہ لوگ تصور بھی نہیں کر سکتے۔ کوئی صاحب انصاف اور صاحب دل انسان حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تحریرات کا بغور مطالعہ کرے تو وہ خود اسی نتیجے تک پہنچے گا۔ اور پرانے بزرگ بھی جیسا کہ میں نے بیان کیا تھا الگ الگ وہ باتیں کہتے رہے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ساری جمع کر دیں۔ پس جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم تمام انبیاء کے خاتم تھے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام آپ کے تمام عشاق کے خاتم ہیں۔ ایک پہلو بھی ایسا نہیں جو غیروں نے بیان کیا ہو اور آپ نے اپنی تحریرات میں سمیٹ نہ لیا ہو اور ایک پہلو بھی ایسا نہیں جو غیروں نے بیان کیا ہو، اُن سے بڑھ کر شان اور درجۂ کمال کے ساتھ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بیان نہ فرمایا ہو۔ حضرت شیخ ابو عبداللہ محمد الحسن الحکیم الترمذی (متوفی ۳۰۸ھ) فرماتے ہیں:۔

"وَمَعْنَاهُ عِنْدَنَا أَنَّ النُّبُوَّةَ تَمَّتْ

بِاَجْمَعِهَا لِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَجْعَلَ قَلْبَهٗ بِكَمَالِ النُّبُوَّةِ وِعَآءً ا عَلَيْهَا ثُمَّ خُتِمَ۔" (کتاب ختم الاولیاء صفحہ ۳۴۲)

ترجمہ: ہمارے نزدیک خاتم النّبیّین کے یہ معنی ہیں کہ نبوّت اپنے جملہ کمالات اور پوری شان کے ساتھ محمد صلی اللہ علیہ وسلّم میں جمع ہوگئی ہے۔ سو خدا تعالیٰ نے آپؐ کے قلب مبارک کو کمالِ نبوّت کے جمع کرنے کے لئے بطور برتن قرار دے دیا ہے اور اس پر مُہر لگادی ہے۔

اب یہ دیکھئے نا فرق۔ کیونکہ لفظ مُہر آگیا تھا اس لئے سارے کمالات جمع کرکے اس پر مُہر لگا دی۔ اس میں ایک بند کرنے کا مفہوم بھی داخل ہوگیا حالانکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصّلوٰۃ والسّلام فرماتے ہیں کہ جامعیت کی حد تک تو درست ہے مگر فیض کو اپنی حد تک محدود رکھنے میں بات درست نہیں ہے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم فیوض کے جامع تو ہیں مگر اپنے تک روک رکھنے والے نہیں۔ چنانچہ اس سلسلہ میں دَنٰی فَتَدَلّٰی کے مضمون پر حضرت مسیح موعود علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کا کلام پڑھنے سے تعلق رکھتا ہے۔

حضرت امام فخر الدین رازی (متوفی [illegible]ھ) فرماتے ہیں:

" فَالْعَقْلُ خَاتَمُ الْكُلِّ وَالْخَاتَمُ يَجِبُ

اَنْ يَكُوْنَ اَفْضَلَ اَلَا تَرٰى اَنَّ رَسُوْلَنَا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا كَانَ خَاتَمَ النَّبِيِّيْنَ كَانَ اَفْضَلَ الْاَنْبِيَاءِ۔"

(تفسیر کبیر رازی جلد ۲ صفحہ ۳۱)

عقل تمام کی خاتم ہے اور خاتم کے لئے واجب ہے کہ وہ افضل ہو۔ دیکھو ہمارے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم خاتم النّبیّین ہوئے تو سب نبیوں سے افضل قرار پائے۔

متقدّمینِ اسلام کی پُر حکمت توجیہات

پھر وہ متقدّمین جن کو سرکاری کتابچہ نے بھی متقدّمینِ اسلام کے طور پر تسلیم کیا ہے۔ ان میں ایک علامہ عبدالرّحمٰن بن خلدون المغربی رحمۃ اللہ علیہ ہیں ان کی وفات ۸۰۰ھ میں ہوئی۔ وہ فرماتے ہیں:

" وَيُمَثِّلُوْنَ الْوِلَايَةَ فِيْ تَفَاوُتِ مَرَاتِبِهَا بِالنُّبُوَّةِ وَيَجْعَلُوْنَ صَاحِبَ الْكَمَالِ فِيْهَا خَاتَمَ الْاَوْلِيَاءِ اَيْ حَائِزًا لِلْمَرْتَبَةِ الَّتِيْ هِيَ خَاتَمَةُ الْوِلَايَةِ كَمَا كَانَ خَاتَمُ الْاَنْبِيَاءِ حَائِزًا لِلْمَرْتَبَةِ الَّتِيْ هِيَ خَاتَمَةُ النُّبُوَّةِ۔"

(مقدمہ ابن خلدون صفحہ ۲۷۱، ۲۷۲ مطبوعہ مصر)

ابن خلدون یہ فرما رہے ہیں کہ لوگ ولایت کو اپنے تفاوتِ مراتب

کے لحاظ سے نبوّت کا مثیل قرار دیتے ہیں اور اعلیٰ درجہ کے کمالاتِ ولایت حاصل کرنے والے کو خاتم الاولیاء ٹھہراتے ہیں یعنی اس مرتبہ کا پانے والا جو ولایت کا خاتمہ ہے اسی طرح سے جیسے حضرت خاتم الانبیاء اس مرتبہ کمال کے پانے والے تھے جو نبوت کا خاتمہ ہے۔

زمانی لحاظ سے خاتم نہیں بلکہ مرتبہ اور مقام کے لحاظ سے ورنہ تو ولایت کو بھی ہمیشہ کے لئے چھٹی دینی پڑے گی نعوذ باللہ من ذالک اُمت کو ولایت سے محروم ہوجانا پڑے گا۔

حضرت سید عبدالقادر جیلانیؒ کے مرشد طریقت اور پیر خرقہ سلطان الاولیاء حضرت ابوسعید مبارک ابن علی مخزومی (وفات ۵۱۳ھ) فرماتے ہیں:-

"والاٰخرة منها اعنی الانسان اذا عرج
ظهر فيه جميع مراتب المذكورة مع
انبساطها ويقال له الانسان الكامل
والعروج والانبساط على الوجه الاكمل
كان في نبيّنا صلى الله عليه وسلّم ولهذا
كان صلى الله عليه وسلّم خاتم النبيّين"

(تحفہ مرسلہ شریف مترجم صفحہ ۱۵)

کائنات میں آخری مرتبہ انسان کا ہے جب وہ عروج پاتا ہے

تو اس میں تمام مراتب مذکورہ اپنی تمام وسعتوں کے ساتھ ظاہر ہو جاتے ہیں اور اس کو انسان کامل کہا جاتا ہے۔ اور عروج کمالات اور سب مراتب کا پھیلاؤ کامل طور پر ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں ہے اور اسی لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خاتم النبیین ہیں۔

یہ سارے ملتے جلتے مضامین ہیں جیسا کہ میں نے بیان کیا تھا خاتمیت کے تمام پہلو ان بیانات میں داخل نہیں ہیں جو اب پڑھے گئے ہیں۔

حضرت مولانا روم علیہ الرحمۃ (متوفی ۶۷۲ھ) لکھتے ہیں:-

بہرِ ایں خاتم شد است اُو کہ بجُود
مثلِ اُو نے بُود نے خواہند بود
چونکہ در صنعت برد استاد دست
تو نہ گوئی ختم صنعت بر تو است

(مثنوی مولانا روم دفتر ششم)

کہتے ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس وجہ سے خاتم ہیں کہ سخاوت یعنی فیض پہنچانے میں نہ آپ جیسا کوئی ہوا ہے نہ ہوگا (یہاں وہی حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام والا مضمون بیان ہو رہا ہے کہ آپؐ آگے جو وہ عطا کو جاری کرنے والے بھی ہیں) جب کوئی کاریگر اپنی صنعت میں انتہائی کمال پر پہنچے تو اے مخاطب! کیا تو یہ نہیں کہتا کہ تجھ پر کاریگری ختم ہے۔

اور مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی جو اس فرقہ دیوبندیہ کے جدّ امجد ہیں جس نے آجکل خاتم النبیین کے مفہوم کو بگاڑنے کی قسم کھا رکھی ہے۔ وہ لکھتے ہیں :-

"انبیاء بوجوہ احکام رسانی مثل گورنر وغیرہ تو آپ خداوندی ہوتے ہیں اس لئے ان کا حاکم ہونا ضروری ہے۔ چنانچہ ... جیسے عہدہ ہائے ماتحت میں سب سے اوپر عہدہ گورنری یا وزارت ہے اور سوا اس کے اور سب عہدے اس کے ماتحت ہوتے ہیں اوروں کے احکام کو وہ توڑ سکتا ہے۔ اس کے احکام کو اور کوئی نہیں توڑ سکتا اور وجہ اس کی یہی ہوتی ہے کہ اس پہ مراتب عہدہ جات ختم ہو جاتے ہیں ایسے ہی خاتم مراتب نبوت کے اوپر اور کوئی عہدہ یا مرتبہ ہی نہیں جو ہوتا ہے اس کے ماتحت ہوتا ہے"

(مباحثہ شاہجہانپور صفحہ ۲۴، ۲۵)

خاتمیت زمانی حدود و قیود سے بالا ہے

یہ بھی وہی معنوی کمال یا معنوی اختتام کا مضمون ہے۔ نہ کہ زمانی اختتام کا۔ اس کے علاوہ مختلف علماء نے خاتمیت کے معنوں میں زینت اور انگوٹھی کا معنیٰ بھی بیان کیا ہے اور فیض رسانی ان معنوں میں کہ مہر سے تصدیق ہو جاتی ہے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ

وسلّم دیگر فضیلتوں کے مصدق ہیں اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسّلام اس مضمون کو گزشتہ انبیاء پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے احسان کے رنگ میں پیش فرماتے ہیں۔ اور جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے خاتمیت زمانے سے تعلق نہیں رکھتی، یہ زمانے کی حدود سے بالا ہے۔ اور مکان سے بھی تعلق نہیں رکھتی۔ یہ عالمی حیثیت رکھتی ہے۔ اس پہلو سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسّلام کی اس تحریر کو سنیئے۔ آپ فرماتے ہیں :-

"وہ خاتم الانبیاء بنے مگر ان معنوں سے نہیں کہ آئندہ اس سے کوئی روحانی فیض نہیں ملے گا۔ بلکہ ان معنوں سے کہ وہ صاحب خاتم ہے۔ بجز اس کی مُہر کے کوئی فیض کسی کو نہیں پہنچ سکتا اور اس کی اُمّت کے لئے قیامت تک مکالمہ اور مخاطبہ الٰہیہ کا دروازہ کبھی بند نہ ہوگا اور بجز اس کے کوئی نبی صاحب خاتم نہیں ایک وہی ہے جس کی مُہر سے ایسی نبوت بھی مل سکتی ہے جس کے لئے اُمّتی ہونا لازمی ہے۔" (حقیقۃ الوحی ص ۲۷، ۲۸)

پھر آپ فرماتے ہیں :

"میں اس کے رسول پر دلی صدق سے ایمان لایا ہوں (یعنی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم پر) اور جانتا ہوں کہ تمام نبوتیں اس پر ختم ہیں اور اس کی شریعت

خاتم الشرائع ہے۔ مگر ایک قسم کی نبوت ختم نہیں یعنی وہ نبوت جو اس کی کامل پیروی سے ملتی ہے اور جو اس کے چراغ میں سے نور لیتی ہے وہ ختم نہیں کیونکہ وہ محمدی نبوت ہے اور اس کا ظل ہے اور اسی کے ذریعہ سے ہے اور اسی کا مظہر ہے اور اسی سے فیضیاب ہے۔" (چشمۂ معرفت صفحہ ۳۲۴)

علاوہ ازیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک اور جگہ بیان فرماتے ہیں کہ گذشتہ تمام انبیاء آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مہر یعنی ختم نبوت کے ممنونِ احسان ہیں اور اسی مہر کی وجہ سے ان کی سچائی ثابت ہوئی۔ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام انبیاء کی تصدیق نہ کی ہوتی تو ہم ہرگز ان کی صداقت کے ماننے والے نہ ہوتے۔ یہ خالصۃً حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کا فیض ہے کہ آپ نے گذشتہ تمام انبیاء ہی کو نہیں بلکہ دنیا میں ہر جگہ اور ہر مقام پہ پیدا ہونے والے نبیوں کو سچا قرار دے کر ان پر احسانِ عظیم فرمایا گویا کہ آپ کی خاتمیت کا فیض زمانی لحاظ سے آگے بھی جاری ہے پیچھے کی طرف بھی جاری ہے اور مکانی لحاظ سے اس کی کوئی حد نہیں۔

اب اس ضمن میں ایک اور حوالہ سنیئے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خاتمیت کے بارہ میں حنفی، دیوبندی، بریلوی، غرض

ہر فرقہ اہلِ سنت والجماعت کے ہاں مسلّمہ بزرگ، قطب الاقطاب حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی حضرت شیخ احمد فاروقی سرہندی (وفات ۱۰۳۴ھ) کے نزدیک کیا معانی ہیں۔

حضرت مجدد الف ثانی اپنے مکتوبات میں فرماتے ہیں:۔

"حصولِ کمالاتِ نبوت مرتابعان را بطریق تبعیت و وراثت بعد از بعثت خاتم الرسل علیہ و علیٰ جمیع الانبیاء والرسل الصلوات والتحیات منافی خاتمیت او نیست فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِيْنَ" (مکتوب ۳۰۱ صفحہ ۴۳۲ جلد اوّل)

کہ خاتم الرسل حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت کے بعد آپ کے متبعین کا آپ کی پیروی اور وراثت کے طور پر کمالاتِ نبوت کا حاصل کرنا آپ کے خاتم الرسل ہونے کے منافی نہیں لہٰذا اے مخاطب تو شک کرنے والوں میں سے نہ ہو۔

اُمتی نبی کا آنا ختمِ نبوت کے منافی نہیں

پس سرکاری کتابچہ کا وہ دعویٰ کہاں گیا کہ تمام گذشتہ بزرگ اس بات پر متفق تھے کوئی استثناء نہیں کہ خاتمیت کے معنی سوائے اس کے اور ہیں ہی کوئی نہیں کہ زمانے کے لحاظ سے آخری نبی آگیا اور اب کسی قسم کا کوئی نبی نہیں آئے گا۔ اور آپ کے اپنے مسلّمہ بزرگ حضرت مجدد الف ثانیؒ جو بہت عظیم مرتبہ

رکھتے ہیں ہندو پاکستان کے مسلمانوں میں اور بہت کم دوسروں کو اُن جیسا مرتبہ حاصل ہُوا ہے ۔ وہ کہتے ہیں ۔ "آپؐ کے متبعین کا آپ کی پیروی اور وراثت کے طور پر کمالات نبوّت کا حاصل کرنا آپؐ کے خاتم الرسل ہونے کے منافی نہیں لہٰذا اے مخاطب تُو شک کرنے والوں میں سے نہ ہو۔"

اور اب حضرت امام باقر رحمۃ اللہ علیہ کا ایک قول سُنیئے :-

"عن ابی جعفر علیہ السلام فی قول
اللہ عزّ و جلّ فقد اٰتینا اٰل ابراھیم
الکتٰب و الحکمۃ و اٰتیناھم مُلکاً
عظیمًا جعل منھم الرسل والانبیاء
والائمۃ فکیف یقرون فی اٰل ابراھیم
علیہ السلام وَ ینکرونہ فی اٰل محمد
صلی اللہ علیہ وسلّم "

(الصافی شرح اصول الکافی جزسوم ص۱۱۹)

ترجمہ حضرت ابو جعفر امام باقر علیہ السلام اللہ جلّ شانہٗ کے اس ارشاد فقد اٰتینا اٰل ابراھیم الکتٰب الخ کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آلِ ابراہیم میں رسُول انبیاء اور امام بنائے لیکن عجیب بات ہے کہ لوگ نبوّت و امامت کی نعمتوں کا وجود آلِ ابراہیم میں تو تسلیم کرتے ہیں لیکن آل محمدؐ میں ان کے وجود

سے انکار کرتے ہیں ۔

پھر سُنیئے مولانا روم کا ایک شعر جن کو سرتاج الاولیاء لکھا جاتا ہے فرماتے ہیں :-

فکر کن در راہِ نیکو خدمتے
تا نبوّت یابی اندر اُمّتے

(مثنوی مولانا روم دفتر اوّل ص۵۳)

کہ نیکی کی راہ میں خدمت کی ایسی تدبیر کر کہ تجھے اُمّت کے اندر نبوّت مل جائے ۔

اِن سارے علماء پر آج کے احمدیت کے دشمن علماء کیا فتویٰ لگائیں گے ؟ کس طرح نظر انداز کر دیں گے ان تمام تحریرات کو ؟ اوّل تو وہ جھُوٹ کھُل گیا کہ گویا ساری اُمّت کے بزرگ اور علماء شروع سے متفق چلے آئے ہیں کہ خاتمیت کے معنیٰ آخریت کے سوا اُور کچھ ہے ہی نہیں ۔ یعنی زمانے کے لحاظ سے آخریت ۔ اور یہاں جب ہم بڑے بڑے بزرگوں اور بڑے بڑے اولیاء اور اقطاب کی تحریروں پر غور کرتے ہیں تو پتہ چلتا ہے کہ اس کے بالکل برعکس بالکل اُلٹ معانی کرتے چلے آ رہے ہیں ۔ یہ تو نہیں ہو سکتا کہ اتنا بڑا محکمہ جو حکومتِ پاکستان نے تحقیق پر لگایا تھا وہ کلیۃً جہلاء پر مشتمل تھا ان کو پتہ ہی نہیں تھا کہ یہ تحریریں موجود بھی ہیں کہ نہیں ۔ اُنہیں یقیناً علم تھا مگر جان بوجھ کر تلبیس سے کام لیا گیا

ہے، جھوٹ بولا گیا ہے۔ اور عمدًا جھوٹ بولا گیا ہے۔

پھر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کن معنوں میں نبوّت کے اُمّتِ محمدیہ میں جاری ہونے کو تسلیم کرتے ہیں۔ وہ سنیئے آپ فرماتے ہیں:-

"کوئی مرتبہ شرف و کمال کا اور کوئی مقام عزت و قرب کا بجز سچی اور کامل متابعت اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم ہرگز حاصل نہیں کر سکتے۔ ہمیں جو کچھ ملتا ہے ظلّی اور طفیلی طور پر ملتا ہے۔"

(ازالہ اوہام صفحہ ۱۳۸)

پھر آپ فرماتے ہیں:-

"یہ شرف مجھے محض آنحضرت صلعم کی پیروی سے حاصل ہوا ہے۔ اگر مَیں آنحضرت صلعم کی اُمّت نہ ہوتا اور آپؐ کی پیروی نہ کرتا تو اگر دُنیا کے تمام پہاڑوں کے برابر میرے اعمال ہوتے تو پھر بھی مَیں کبھی یہ شرف مکالمہ مخاطبہ نہ پاتا کیونکہ اب بجز محمدی نبوّت کے سب نبوّتیں بند ہیں۔ شریعت والا نبی کوئی نہیں آسکتا اور بغیر شریعت نبی ہو سکتا ہے مگر وہی جو پہلے اُمّتی ہو۔ پس اسی بنا پر مَیں اُمّتی بھی ہوں اور نبی بھی۔" (تجلیاتِ الٰہیہ صفحہ ۲۴)

پھر آپ فرماتے ہیں:-

"اے نادانو! اور اے آنکھوں کے اندھو! ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور ہمارے سیّد و مولیٰ (اس پر ہزار سلام) اپنے افاضہ کی رُو سے تمام انبیاء سے سبقت لے گئے ہیں۔ کیونکہ گذشتہ نبیوں کا افاضہ ایک حد تک آکر ختم ہو گیا اور اب وہ قومیں اور وہ مذہب مُردے ہیں کوئی ان میں زندگی نہیں مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا رُوحانی فیضان قیامت تک جاری ہے اس لئے باوجود آپؐ کے اس فیضان کے اس اُمّت کے لئے ضروری نہیں کہ کوئی مسیح باہر سے آوے بلکہ آپؐ کے سایہ میں پرورش پانا ایک ادنیٰ انسان کو مسیح بنا سکتا ہے جیسا کہ اس نے اس عاجز کو بنایا۔"

(چشمہ مسیحی)

اب سنیئے ایک ایسے بزرگ کا اقتباس جن کے متعلق سرکاری کتابچہ کہتا ہے کہ وہ مسلمانوں کے مسلّمہ مفکرین میں سے ہیں۔ یعنی امام الہند محدّث، مجدّد صدی دوازدہم، متکلم صوفی و مصنّف حضرت شاہ ولی اللہ محدّث دہلوی۔ آپ فرماتے ہیں:-

"امتنع ان یکون بعدہ نبی مستقل بالتلقی۔" (الخیر الکثیر صفحہ ۱۱۱)

یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کے بعد کوئی ایسا نبی نہیں ہو سکتا جو مستقل طور پر بلا واسطہ (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کے) فیض پانے والا ہو۔

یہ بعینہٖ وہی بات ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے بیان فرمائی ہے اور اس عبارت سے حضرت مسیح ناصری کے آنے کا امکان بھی ردّ ہو جاتا ہے کیونکہ آپ فرماتے ہیں کہ اب کوئی ایسا نبی نہیں ہو سکتا جو بلا واسطہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم سے فیضیاب نہ ہو۔ اور حضرت مسیح تو سب کو مسلّم ہے کہ بلا واسطہ فیضیاب ہوئے نہ ہو سکتے ہیں۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب مسیح آئیں گے تو انہوں نے تو تورات وانجیل پڑھی ہوں گی قرآن تو پڑھا ہی نہیں ہوگا۔ اور حدیثیں بھی پڑھی نہیں ہوں گی، کیا وہ دُنیا میں سے کسی کو استاد بنائیں گے یا کسی مولوی کے سامنے بیٹھیں گے کہ مجھے قرآن اور حدیث تو پڑھا دو۔ بعض لوگ اس سوال کے جواب میں کہتے ہیں نہیں! خدا تعالیٰ براہِ راست کلامِ الٰہی دوبارہ نازل فرمائے گا۔ قرآن مجید آپ پر دوبارہ اسی طرح نازل ہوگا جیسے گویا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم پر نازل ہُوا تھا اور ساتھ حدیثیں بھی الہام ہوں گی۔ بلا واسطہ پھر کیسے فیضیاب ہو گئے۔ وہ تو ایک آزاد نبی ہے جس کا اُمّت سے کوئی تعلق نہیں تھا پہلے زمانے میں کسی اَور سے فیض پاکر دو ہزار سال تقریباً بیٹھا رہا آسمان پر، اور

اُترا تو خدا سے براہِ راست فیضیاب ہو گیا۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصّلوٰۃ والسّلام خاتم النّبیّین کے ایک معنیٰ یہ بیان فرماتے ہیں کہ نئی شریعت لانے والا کوئی نبی نہیں آسکتا کیونکہ خاتمیت میں تمام خوبیوں اور تمام کمالات کو جمع کرنے کا مفہوم پایا جاتا ہے۔ اگر کوئی تعلیم درجہ کمال کو پہنچ چکی ہو اور کوئی ایک بھی خوبی باقی نہ رہی ہو جو اس تعلیم میں سمو نہ دی گئی ہو، اور اس تعلیم نے اس کا احاطہ نہ کر لیا ہو۔ پھر دوبارہ کسی نئی شریعت کے آنے کا سوال صرف اسی صورت میں ہو سکتا ہے کہ اگر اس شریعت کو مسخ کر دیا گیا ہو اور اس میں تبدیلی پیدا کر دی گئی ہو۔ اگر قرآن کریم کے ساتھ حفاظت کا بھی وعدہ ہے تو ان دو باتوں کا طبعی اور منطقی نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ یہ آخری شریعت ہے کیونکہ خاتمیت کے لحاظ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم پر نازل ہونے والی کتاب نے تمام خُوبیوں کا احاطہ کر لیا اور ساتھ خدا تعالیٰ نے یہ وعدہ فرمایا کہ آپ کا دور آپ کا دائرۂ حکم قیامت تک جاری ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے یہ بھی فرمایا کہ مَیں اور قیامت دو انگلیوں کی طرح آپس میں ملے ہوئے ہیں۔ یعنی میرے اور قیامت کے درمیان کوئی میرے حکم کو منسوخ کرنے والا یا میری شریعت میں دخل دینے والا نہیں، اور قیامت کے بعد تو سوال ہی نہیں رہتا۔ یہی وہ معنے ہیں جو حضرت مسیح موعود علیہ الصّلوٰۃ والسّلام بیان

فرماتے ہیں جو ان لوگوں کو سب سے زیادہ تکلیف دے رہے ہیں اور بار بار اسی پر اعتراض کیا جا رہا ہے اور کہا یہ جا رہا ہے کہ ایک طرف سے اعلان کر دیتے ہیں کہ ہم خاتمیت کے قائل ہیں اور قسمیں کھاتے ہیں کہ ہم آیت خاتم النبیین پر ایمان لاتے ہیں اور دوسری طرف سے ایک اُمتی نبی کا دروازہ کھول دیتے ہیں اور کہتے ہیں شریعت کے لحاظ سے آخری، مگر جہاں تک شریعت کے سوا نبوت کا تعلق ہے اس لحاظ سے آخری نہیں ہے۔ اس حد تک یہ الزام ان معنوں میں تو درست ہے کہ جماعت احمدیہ کا یہی عقیدہ ہے۔ مگر سُنیئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:۔

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو ایک خاص فخر دیا گیا ہے کہ وہ ان معنوں سے خاتم الانبیاء ہیں کہ ایک تو تمام کمالاتِ نبوت ان پر ختم ہیں اور دوسرے یہ کہ ان کے بعد کوئی نئی شریعت لانے والا رسول نہیں اور نہ کوئی ایسا نبی ہے جو ان کی اُمت سے باہر ہو۔ بلکہ ہر ایک کو جو شرفِ مکالمہ الٰہیہ ملتا ہے وہ انہیں کے فیض اور انہیں کی وساطت سے ملتا ہے اور وہ اُمتی کہلاتا ہے نہ کوئی مستقل نبی"

(تتمہ چشمۂ معرفت صفحہ ۹)

پھر مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:۔

"اب بجز محمدی نبوت کے سب نبوتیں بند ہیں شریعت والا نبی کوئی نہیں آسکتا اور بغیر شریعت کے نبی ہو سکتا ہے مگر وہی جو پہلے اُمتی ہو"

(تجلیاتِ الٰہیہ صفحہ ۲۵)

ایک احمقانہ اور جاہلانہ تاویل

پس یہ وہ تشریح ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ختم نبوت کے کے بارہ میں بیان فرمائی ہے جس پر تبر چلایا جا رہا ہے۔ سب سے زیادہ اعتراض کا محل یہی ہے وہ حصہ خاتمیت کی تشریح کا، جس کے متعلق کہتے ہیں کہ نہ پہلے کبھی اُمتِ محمدیہ نے برداشت کیا نہ آج کر رہی ہے نہ آئندہ کبھی کرے گی۔ اور یہ کہ مسلّمہ طور پر تمام اُمت کے بزرگ اس بات کے خلاف لکھتے رہے ہیں اور یہ کہتے رہے ہیں کہ شریعت کے لحاظ سے بھی آپؐ آخری نبی اور زمانی لحاظ سے بھی آپؐ آخری نبی ہیں۔ اور آپؐ کے بعد کسی قسم کا کوئی نبی آ ہی نہیں سکتا۔ یہ لوگ ضد میں آکر آج تو یہ کہتے ہیں مگر اُمت کے بزرگ کیا کہتے رہے ہیں۔ وہ سُنیئے۔ نامور صوفی حضرت ابو عبد اللہ محمد بن علی حسین الحکیم الترمذی (وفات ۳۰۸ھ) فرماتے ہیں:۔

"یظن ان خاتم النبیین تاویله انه آخرهم مبعثا فای منقبة فی هذا؟ وای علم فی هذا؟"

ھٰذا تاویل البلہ الجہلۃ "

(کتاب ختم الاولیاء صفحہ ۳۴۱)

اب اس کا ترجمہ ذرا غور سے سنیئے کہتے ہیں یہ جو گمان کیا جاتا ہے کہ خاتم النبیین کی تاویل یہ ہے کہ آپ مبعوث ہونے کے اعتبار سے آخری نبی ہیں بھلا اس میں آپؐ کی کیا فضیلت و شان ہے؟ اور اس میں کونسی علمی بات ہے؟ یہ تو احمقوں اور جاہلوں کی تاویل ہے۔

اور یہ بعینہٖ وہی تاویل ہے جو حکومتِ پاکستان سب دُنیا کے مسلمانوں پر ٹھونسنے کی کوشش کر رہی ہے۔ جب ہم ان سے کہتے ہیں کہ ایک طرف تم کہتے ہو کہ ہر قسم کا نبی بند، کسی قسم کا نبی آ ہی نہیں سکتا تو پھر حضرت عیسیٰؑ کی کیا انتظار میں بیٹھے ہو ان سے بھی چھٹی کرو اور آرام سے بیٹھ جاؤ، جب کسی نے نہیں آنا تو گویا اب ساری راہیں بند ہو گئیں تو کہتے ہیں نہیں بالکل نہیں، بات یہ ہے کہ بعثت کے لحاظ سے آپؐ آخری نبی ہیں اور آپؐ کی بعثت سے قبل جس کو نبوت عطا ہو گئی ہو وہ دوبارہ آجائے تو کوئی حرج نہیں۔ یہی ہے ان کی دلیل اور کہتے ہیں اُمّت کے گذشتہ بزرگ بھی یہی مانتے تھے حالانکہ یہ بالکل جھوٹ کہتے ہیں۔ اگر یہی تاویل مان لی جائے تو پھر تو یہ بیوقوفوں اور جاہلوں کی تاویل بن جاتی ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے

لئے اس میں کوئی بھی عظمتِ شان نہیں ہے۔ صرف یہی نہیں ایک اور بزرگ کی بات بھی سُن لیجئے۔ پیرِ طریقت الشیخ الاکبر حضرت محی الدین ابن عربیؒ (متوفی ۶۳۸ھ) فرماتے ہیں:-

"فَالنُّبُوَّةُ سَارِيَةٌ اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَةِ فِی الْخَلْقِ وَ اِنْ کَانَ التَّشْرِیْعُ قَدِ انْقَطَعَ فَالتَّشْرِیْعُ جُزْءٌ مِنْ اَجْزَاءِ النُّبُوَّةِ"

(فتوحاتِ مکیہ جلد ۲ صفحہ ۱۰۰ باب ۷۳ صفحہ ۹۲)

ترجمہ اس کا یہ ہے کہ نبوت مخلوق میں قیامت کے دن تک جاری ہے گو تشریعی نبوت منقطع ہو گئی ہے پس شریعت نبوت کے اجزاء میں سے ایک جزو ہے۔

اب چلائیں نا تکفیر کا تبر یہاں بھی! حضرت محی الدین ابن عربیؒ مزید فرماتے ہیں:-

اِنَّ النُّبُوَّةَ الَّتِیْ انْقَطَعَتْ بِوُجُوْدِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صلعم اِنَّمَا ھِیَ نُبُوَّةُ التَّشْرِیْعِ لَا مَقَامُھَا فَلَا شَرْعَ یَکُوْنُ نَاسِخًا لِشَرْعِہٖ صلعم وَلَا یَزِیْدُ فِیْ شَرْعِہٖ حُکْمًا اٰخَرَ وَ ھٰذَا مَعْنٰی قَوْلِہٖ صلعم اِنَّ الرِّسَالَةَ وَالنُّبُوَّةَ

ثُمَّ انْقَطَعَتْ فَلَا رَسُوْلَ بَعْدِیْ وَلَا
نَبِیَّ اَیْ لَا نَبِیَّ یَکُوْنُ عَلٰی شَرْعٍ
یُخَالِفُ شَرْعِیْ بَلْ اِذَا کَانَ یَکُوْنُ
تَحْتَ حُکْمِ شَرِیْعَتِیْ وَلَا رَسُوْلَ اَیْ
لَا رَسُوْلَ بَعْدِیْ اِلٰی اَحَدٍ مِّنْ خَلْقِ اللّٰہِ
بِشَرْعٍ یَدْعُوْھُمْ اِلَیْهِ فَهٰذَا هُوَ
الَّذِیْ اِنْقَطَعَ وَسُدَّ بَابُهٗ لَا مَقَامُ
النُّبُوَّةِ۔" (فتوحاتِ مکیہ جلد ۲ صفحہ ۳)

اس قدر وضاحت کے ساتھ حضرت ابن عربیؒ نے روشنی ڈالی ہے اس مسئلہ پر کہ تعجب ہے کہ اس کے باوجود یہ آنکھیں بند کیسے کرسکتے ہیں۔ اسی لئے میں بار بار کہتا ہوں کہ تقویٰ کے خلاف باتیں کر رہے ہیں یہ ہو نہیں سکتا کہ ان کے علم میں یہ اقتباسات نہ ہوں، جماعت بھی بار بار پیش کرچکی ہے۔ اور خود بھی ظاہری طور پر علم رکھنے والے لوگ ہیں۔

محولہ بالا اقتباس کا ترجمہ یہ ہے کہ وہ نبوت جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود پر ختم ہوئی وہ صرف تشریعی نبوت ہے نہ کہ مقامِ نبوت۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کو منسوخ کرنے والی کوئی شریعت نہیں آسکتی اور نہ اس میں کوئی حکم بڑھا سکتی ہے اور یہی معنی ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول کے کہ رسالت اور نبوت منقطع ہوگئی اور "لَا رَسُوْلَ بَعْدِیْ وَلَا

نَبِیَّ" یعنی میرے بعد کوئی ایسا نبی نہیں جو میری شریعت کے خلاف کسی اور شریعت پر ہو۔ ہاں اس صورت میں نبی آسکتا ہے کہ وہ میری شریعت کے حکم کے ماتحت آئے اور میرے بعد کوئی رسول نہیں یعنی میرے بعد دُنیا کے کسی انسان کی طرف کوئی ایسا رسول نہیں آسکتا جو شریعت لے کر آوے اور لوگوں کو اپنی شریعت کی طرف بلانے والا ہو۔ پس یہ وہ قسم نبوت ہے جو بند ہوئی اور اس کا دروازہ بند کردیا گیا ورنہ مقامِ نبوت بند نہیں ہے۔ اسی طرح حضرت شیخ بالی آفندی (متوفی ۹۶۰ھ) فرماتے ہیں:۔

"خاتم الرسل ھو الذی لا یوجد بعدہ
نبی مشرع" (شرح فصوص الحکم)

خاتم الرسل وہ ہے جس کے بعد کوئی نبی صاحبِ شریعت
(جدیدہ) پیدا نہیں ہوگا۔

صاف ظاہر ہے یہاں نبی کے پیدا ہونے کی نفی نہیں بلکہ فرماتے ہیں کہ کوئی نبی صاحب شریعت (جدیدہ) پیدا نہیں ہوگا۔

اور حضرت امام عبدالوہاب شعرانی کا ایک قول سُنئیے۔ یہ معروف مشہور صوفی بزرگ ہیں جن کی کتاب "الیواقیت والجواہر" کو ایک خاص سند حاصل ہے اس کی جلد ۲ صفحہ ۳۵ پر آپ فرماتے ہیں:۔

اِعْلَمْ اَنَّ مُطْلَقَ النُّبُوَّةِ لَمْ تَرْتَفِعْ

" وَ اِنَّمَا ارْتَفَعَ نُبُوَّۃُ التَّشْرِیْعِ "

ترجمہ :- جان لو مطلق نبوت نہیں اٹھی ۔ صرف تشریعی نبوت منقطع ہوئی ہے ۔

اور حضرت سید عبدالکریم جیلانی فرماتے ہیں :-

" فَانْقَطَعَ حُکْمُ نُبُوَّۃِ التَّشْرِیْعِ بَعْدَہٗ
وَکَانَ مُحَمَّدٌ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ
خَاتَمَ النَّبِیّٖنَ لِاَنَّہٗ جَاءَ بِالْکَمَالِ
وَلَمْ یَجِئْ اَحَدٌ بِذٰلِکَ "

(الانسان الکامل جلد ۱ صفحہ ۹۰ مطبوعہ مصر)

کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوتِ تشریعی کا انقطاع ہوگیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیّین قرار پاگئے کیونکہ آپؐ ایسی کامل شریعت لے آئے جو اور نبی کوئی نہ لایا ۔

حضرت شیخ عبدالقادر الکردستانی فرماتے ہیں :-

" اِنَّ مَعْنٰی کَوْنِہٖ خَاتَمَ النَّبِیّٖنَ
ھُوَ اَنَّہٗ لَا یُبْعَثُ بَعْدَہٗ نَبِیٌّ اٰخَرُ
بِشَرِیْعَۃٍ اُخْرٰی "

(تقریب المرام جلد ۲ صفحہ ۲۳۳)

یعنی آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے کے یہ معنی ہیں کہ آپ کے بعد کوئی نبی نئی شریعت لے کر مبعوث نہ ہوگا ۔

اس کے دونوں معنی ہیں کسی اور شریعت پر ہو یا کوئی اور شریعت لے کر آئے تو پھر اس معنی کے لحاظ سے تو حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے آنے کا بھی رستہ ختم ہو جاتا ہے کیونکہ وہ قرآن کے مطابق رَسُوْلًا اِلٰی بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ تھے موسوی شریعت پر آئے تھے ۔

ببیں تفاوتِ راہ از کجاست تا بکجا

اور اب مجدد صدی دوازدہم حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کا حوالہ سنیئے آپ فرماتے ہیں :-

" خُتِمَ بِهِ النَّبِیُّوْنَ اَیْ لَا یُوْجَدُ
مَنْ یَّاْمُرُہُ اللّٰہُ سُبْحَانَہٗ بِالتَّشْرِیْعِ
عَلَی النَّاسِ " (تفہیمات الٰہیہ صـ۵۳)

اور یہ وہی مفکرِ اسلام ہیں جن کو سرکاری کتابچہ اسلام کے چوٹی کے مفکرین میں تسلیم کرتا ہے اور بطور سند پیش کرتا ہے چنانچہ وہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے کا یہ مطلب ہے کہ اب کوئی ایسا شخص نہیں ہوگا جسے اللہ تعالیٰ لوگوں کے لئے شریعت دے کر مامور فرمائے یعنی شریعتِ جدیدہ لانے والا کوئی نبی نہ ہوگا ۔

اور مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی کہتے ہیں :-

" عوام کے خیال میں تو رسول اللہ صلعم کا خاتم ہونا

بایں معنیٰ ہے کہ آپؐ کا زمانہ انبیاء سابق کے زمانے کے بعد اور آپؐ سب میں آخری نبی ہیں (جیسے یہ لوگ علماء کا خیال قرار دے رہے ہیں۔ دیوبند کے بانی کہتے ہیں کہ عوام کے خیال میں ایسا ہے علماء کے خیال میں نہیں۔ پھر علماء اور اہلِ فہم کا کیا خیال ہے سنیئے! کہتے ہیں) مگر اہلِ فہم پر روشن ہوگا کہ تقدم یا تاخر زمانی میں بالذات کچھ فضیلت نہیں۔ پھر مقامِ مدح میں وَلٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰہِ وَ خَاتَمَ النَّبِیّٖنَ فرمانا اس صورت میں کیونکر صحیح ہو سکتا ہے ہاں اگر اس وصف کو اوصافِ مدح میں سے نہ کہیئے۔ اور اس مقام کو مقامِ مدح نہ قرار دیجئے تو البتہ خاتمیت باعتبار تاخر زمانی صحیح ہو سکتی ہے۔"

(یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گستاخی کئے بغیر یہ معانی نہیں ہو سکتے اگر یہ کہو کہ یہ آیت مدح کے طور پر تعریف کے طور پر نہیں آئی تھی بلکہ کسی مذمت کے طور پر آئی تھی نعوذ باللہ من ذالک۔ تو کہتے ہیں پھر جو چاہو کرو) پھر فرماتے ہیں :۔

"مگر میں جانتا ہوں کہ اہلِ اسلام میں سے کسی کو یہ بات گوارا نہ ہوگی" (تحذیر الناس صفحہ ۳)

وہ اہلِ اسلام کون رہا۔ ہم یا آپ! جو ان کو مانتے ہیں چوٹی کے بڑے بزرگ عالم ہیں جو آپ کی ساری دیوبند MOVEMENT کے بانی ہیں اور مجدد ہیں وہ کہتے ہیں کہ جو یہ کہے گا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زمانی لحاظ سے آخری ہیں وہ اہلِ اسلام میں شمار نہیں ہو سکتا کجا یہ کہ بقول تمہارے اسلام کا یہ ایک بنیادی عقیدہ ہے۔

اور آپ سنیئے بریلوی فرقہ کے ایک بزرگ کا حوالہ۔ بریلوی کہیئے یا اہلِ سنت جو اہلِ دیوبند کے علاوہ بلکہ ان کا مخالف گروہ ہے ان کا ایک حوالہ پیش کرتا ہوں کیونکہ بریلوی فرقے والے اور دوسرے اہلِ سنت جو دیوبندیوں کو تسلیم نہیں کرتے وہ ان پر ہمیشہ یہی الزام لگاتے ہیں کہ انہوں نے دراصل دیوبند کی نہیں بلکہ جماعت احمدیہ کی بنیاد رکھی تھی اور ان کے بانی نے وہ رستے کھولے جن رستوں سے پھر مرزا صاحب داخل ہوئے اور نبوت کا دعویٰ کر بیٹھے نعوذ باللہ۔ اب ان بریلویوں کے ایک بزرگ کی تشریح سن لیجئے۔ مولوی ابوالحسنات عبدالحی صاحب لکھنوی فرنگی محلی اپنی کتاب "دافع الوساوس" کے صفحہ ۱۶ پر اپنا مذہب ختمِ نبوت کے بارہ میں یوں پیش کرتے ہیں:۔

"بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یا زمانے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مجرد کسی نبی کا ہونا محال نہیں بلکہ صاحب شرع جدید ہونا البتہ ممتنع ہے۔"

پھر یہی مولوی صاحب فرماتے ہیں کہ یہ میرا عقیدہ ہی نہیں بلکہ علمائے اہلِ سنّت بھی اس امر کی تصریح کرتے چلے آئے ہیں چنانچہ فرماتے ہیں :-

"علمائے اہلِ سنّت بھی اس امر کی تصریح کرتے ہیں کہ آنحضرت صلعم کے عصر میں کوئی نبی صاحب شرع جدید نہیں ہو سکتا۔ اور نبوّت آپؐ کی عام ہے اور جو نبی آپ کے ہم عصر ہوگا وہ متبع شریعتِ محمدیہ کا ہوگا۔"

(مجموعہ فتاویٰ مولوی عبدالحی صاحب جلد اوّل صفحہ ۱۴۴)

مزعومہ تصوّر کی چھاپ کا اصل مأخذ

جہاں تک حکومتِ پاکستان کے اس کتابچہ کا تعلق ہے جسے "قادیانیت: اسلام کے لئے سنگین خطرہ" کے نام سے شائع کیا گیا ہے اس میں جو دعوے کئے گئے ہیں وہ بھی سُن لیجئے۔

مَیں نے اس سے پہلے جو اقتباسات سنائے تھے اُن کے آخر پر لکھا ہے :-

"تمام تر اسلامی تاریخ کے دوران ختمِ نبوّت کا یہ تصوّر (یعنی زمانے کے لحاظ سے آخری نبی ہونے کا تصوّر گویا) اسلام کے اساسی اصولوں میں شامل رہا ہے اور مسلمانوں کے اندازِ نظر، رویّے اور احساسات پر اس تصوّر کی چھاپ بہت گہری رہی ہے۔" (کتابچہ صفحہ ۹)

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جہاں تک تاریخ اسلام کے مطالعہ کا تعلق ہے وہاں تو اس تصوّر کی چھاپ کا کہیں بھی کوئی نشان نہیں ملتا۔ چنانچہ جیسا کہ مَیں نے بیان کیا ہے چوٹی کے مسلّمہ بزرگ جو اولیائے اُمّت میں بڑا مقام پانے والے بلکہ اقطاب کہلانے والے ہیں، اُن پر تو اس چھاپ کا کوئی اثر نظر نہیں آتا۔ اس لئے یہ چھاپ انہوں نے لی کہاں سے ہے، اس کی مجھے "تلاش تھی۔ لازماً یہ چھاپ کہیں سے تو بھی جہاں سے انہوں نے اخذ کی ہے۔ البتہ اُمّتِ محمدیہ کے بزرگوں سے تو یہ چھاپ نہیں لی گئی۔ پھر کہیں اور سے لی گئی ہوگی۔ قرآن کریم نے اس کی نشاندہی کر دی ہے کہ یہ چھاپ کہاں سے لی گئی ہے کہ زمانے کے لحاظ سے آخری نبی ہوا کرتا ہے۔ سُنئے قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

وَلَقَدْ جَآءَكُمْ يُوْسُفُ مِنْ قَبْلُ
بِالْبَيِّنٰتِ فَمَا زِلْتُمْ فِيْ شَكٍّ مِّمَّا
جَآءَكُمْ بِهٖ ۖ حَتّٰٓى إِذَا هَلَكَ قُلْتُمْ
لَنْ يَّبْعَثَ اللّٰهُ مِنْۢ بَعْدِهٖ رَسُوْلًا ۚ
كَذٰلِكَ يُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ
مُّرْتَابُ ۝ الَّذِيْنَ يُجَادِلُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِ
اللّٰهِ بِغَيْرِ سُلْطٰنٍ اَتٰىهُمْ ۗ كَبُرَ
مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ وَعِنْدَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۗ

كَذٰلِكَ يَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ قَلْبِ
مُتَكَبِّرٍ جَبَّارٍ ۝ (المومن ۲۴ آیت ۳۵،۳۶)

اور یوسفؑ اس سے پہلے دلائل کے ساتھ تمہارے پاس آ چکا ہے مگر جو کچھ وہ تمہارے پاس لایا تھا اس کے بارہ میں تم شک میں ہی رہے یہاں تک کہ جب وہ فوت ہوگیا تم نے مایوسی سے کہنا شروع کردیا کہ اللہ اس کے بعد کوئی رسول مبعوث نہیں فرمائے گا۔ معلوم ہوا یہ حضرت یوسف علیہ السلام کے زمانے کی چھاپ ہے۔ یہ عقیدہ اُس زمانہ سے چلا آرہا ہے جس کو قرآن رد کررہا ہے۔ اور پھر آگے "چھاپ" کا ذکر کرتے ہوئے قرآن کریم یہی لفظ استعمال کرتا ہے اور کہتا ہے کہ جو لوگ اللہ کی آیتوں میں بغیر کسی دلیل کے جو اُن کے پاس اللہ کی طرف سے آئی ہو بحثیں کرتے ہیں اُن کو معلوم ہونا چاہیئے کہ یہ اللہ کے نزدیک اور مومنوں کے نزدیک بہت بُرا ہے۔ اس طرح اللہ اُن لوگوں کے پورے دل پر چھاپ لگا دیتا ہے جو تکبّر کرتے ہیں۔ یہ ہے وہ چھاپ جو ہمارے مخالفین نے دلوں سے پکڑی ہے۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ یوسفؑ کے زمانہ میں بھی تم یہی کرچکے ہو۔ جب تک وہ زندہ رہا اور اپنے دلائل پیش کرتا رہا تم نے اُس کی ایک نہ سُنی اور مخالفت میں پورا زور لگا دیا۔ جب وہ وفات پاگیا اور اس جہان سے رخصت ہوگیا تو تم نے یہ عقیدہ گھڑ لیا کہ اب آئندہ خدا کبھی کسی اور نبی کو نہیں بھیجے

گا۔ یعنی حضرت یوسف علیہ السلام سے تو انکار کی وجہ سے چھٹی مل گئی اور اس عقیدہ کی بناء پر آئندہ بھی ہمیشہ کے لئے نبوت کی اطاعت سے آزاد ہوگئے۔

پس یہ وہ عقیدہ ہے جو قرآن کریم کے مطابق حضرت یوسف علیہ السلام کے زمانہ سے چلا آرہا ہے اور یہ کوئی ایسی نئی چیز نہیں جیسے نعوذ باللہ من ذالک اُمّتِ محمدیہ میں ایجاد کیا گیا ہو۔ اب یہ کہہ سکتے ہیں کہ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ تک ٹھیک تھا۔ آپؐ کے بعد گویا ایک نیا قانون جاری ہوا۔ قرآن چونکہ ہر خطرہ اور ہر احتمال کو بند کردیتا ہے۔ اس لئے سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ کوئی اپنی عقل کے ایچ پیچ سے قرآن کریم کو شکست دے سکے۔ چنانچہ ایک اور آیت میں بھی یہی مضمون بیان ہوا ہے اور وہ سورہ جن کی آیت ہے جس میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

وَّ اَنَّهٗ كَانَ يَقُوْلُ سَفِيْهُنَا عَلَى اللّٰهِ شَطَطًا

جنّوں نے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت کی اور وہ واپس ہوئے تو وہ آپس میں باتیں کرتے جاتے تھے کہ ہمارے آباؤ اجداد بھی کیسے کیسے بیوقوف اور کم عقل لوگ تھے جو بغیر علم کے خدا تعالیٰ کے خلاف بڑی بڑی باتیں کیا کرتے تھے وہ باتیں کیا تھیں ان میں سے ایک بات یہ بیان کی:-

وَأَنَّهُمْ ظَنُّوْا كَمَا ظَنَنْتُمْ أَنْ لَّنْ يَّبْعَثَ اللّٰهُ أَحَدًا ۝

کہ اب خدا کبھی کسی کو نبی بنا کر نہیں بھیجے گا۔

دراصل پہلے لوگ بھی اسی قسم کی بیوقوفی کی باتوں میں مبتلا تھے جیسا کہ تم مبتلا ہو۔ تم بھی یہ کہتے ہو کہ اب خدا کبھی کسی کو نہیں بھیجے گا۔ اگر بقول آج کے ان علماء کے یہ تقدیر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بدل چکی تھی اور نبی کے مبعوث نہ ہونے کا واقعی دستور جاری ہو چکا تھا تو پھر خدا تعالیٰ کو قرآن میں ایسا کہنے کی کیا ضرورت تھی۔ بلکہ قرآن کریم اس بات کو سابقہ لوگوں کی بیوقوفی کے طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بیان کر رہا ہے۔

خاتمیت کا مفہوم از روئے احادیث

پس دعویٰ تو یہ کیا گیا ہے کہ اب کوئی نبی نہیں آسکتا۔ مگر قرآن کریم کے حوالے دینے کی بجائے احادیث پر زور دیا گیا ہے اور یہ دعویٰ کیا گیا ہے کہ ایسی احادیث بکثرت موجود ہیں جن سے اس بات کی قطعی صراحت ہو جاتی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم زمانی لحاظ سے آخری نبی تھے اور ان احادیث کو پڑھنے کے بعد ہمارے سامنے یہ نقشہ اُبھرتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جھوٹے نبیوں اور دجالوں کے سوا اور کوئی نہیں آسکتا گویا سچے نبیوں کے رستے اس اُمّت میں ہمیشہ کے لئے بند ہو گئے اور جھوٹے نبیوں کے رستے ہمیشہ کیلئے کھول دیئے گئے۔

یہ ہے خاتمیت کا وہ تصور جسے بڑے زور شور اور بڑی شدّومد کے ساتھ پیش کیا جاتا ہے اور اس ضمن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعض احادیث کو نمایاں طور پر سامنے رکھا گیا ہے۔ چنانچہ اُن میں سے ایک حدیث یہ ہے:۔

عَنْ ثَوْبَانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَإِنَّهُ سَيَكُوْنُ فِيْ أُمَّتِيْ كَذَّابُوْنَ ثَلَاثُوْنَ كُلُّهُمْ يَزْعُمُ أَنَّهُ نَبِيٌّ وَأَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ وَلَا نَبِيَّ بَعْدِيْ۔ (ابوداؤد کتاب الفتن)

اس کا ترجمہ یہ کیا جاتا ہے کہ اس اُمّت میں تیس جھوٹے پیدا ہوں گے، اُن میں سے ہر ایک یہ گمان کرے گا یا دعویٰ کرے گا کہ وہ نبی ہے حالانکہ میں نبیوں کا خاتم ہوں اور میرے بعد کسی قسم کا کوئی نبی نہیں۔ چنانچہ اس کے بعد یہ کہا جاتا ہے کہ اس حدیث کے ہوتے ہوئے پھر اس بات کا امکان کیسے باقی رہ جاتا ہے کہ نبوت کی کسی قسم کی تشریح کے ساتھ نبی کی آمد کا دروازہ کھلا قرار دیا جائے بالکل درست ہے اور مجھے اس سے سو فیصدی اتفاق ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اگر ایک دروازہ بند کر رہے ہوں تو اُس دروازے کو کھولنے کا کسی کو کوئی اختیار نہیں۔ ہم اس پر آمَنَّا وَ صَدَّقْنَا کہتے ہیں، تمام جماعت احمدیہ کی طرف سے میں اس بات کو تسلیم

کرنے کا اعلان کرتا ہوں (اور ایک ذرہ بھی ہمیں شک نہیں ہے اس میں) کہ حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ہاتھ سے جو دروازہ بند کر رہے ہوں کسی ماں نے وہ بیٹا نہیں جنا جو اس دروازے کو کھول دے۔ ہاں مگر جو دروازہ تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہی نے اپنے دوسرے ہاتھ سے کھول دیا ہو اسے بھی کوئی بند نہیں کر سکتا۔ یہ ہے اصل بحث ورنہ اس بات میں تو اختلاف ہی کوئی نہیں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جس رستے کو بند کردیا وہ بند ہی رہے گا۔ لیکن جس کو حضور اکرمؐ نے کھولا ہے وہ بھی تو کھلا رہے گا۔

آنے والا مسیح نبی اللہ ہوگا

اختلاف کی نوعیت صرف اتنی ہے۔ چنانچہ اس حدیث کو سننے کے بعد آنے والے مسیح کے متعلق حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے اُن ارشاداتِ عالیہ کو سنیئے جو صحیح مسلم کتاب الفتن باب ذکر الدجال وصفته و ما معه سے لئے گئے ہیں، چونکہ لمبی حدیث ہے اس لئے میں اس کے متعلقہ حصے پڑھ کر سناتا ہوں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام یا مسیح ابن مریم کے نزول کا ذکر کرتے ہوئے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:-

"..... يُحْصَرُ نَبِيُّ اللّٰهِ عِيْسٰى صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَصْحَابُهٗ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ"

یعنی عیسیٰ نبی اللہ گھیر لیا جائے گا اور اس کے صحابہ رضوان اللہ علیہم (اللہ اُن پر راضی ہو) بھی۔

پھر فرماتے ہیں:-

"..... فَيَرْغَبُ نَبِيُّ اللّٰهِ عِيْسٰى صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَصْحَابُهٗ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ"

پھر وہ توجہ فرمائے گا کس طرف؟ خدا تعالیٰ کی طرف یا دعاؤں کی طرف اور اس کے ساتھی رضوان اللہ علیہم بھی۔

پھر فرماتے ہیں:-

"..... ثُمَّ يَهْبِطُ نَبِيُّ اللّٰهِ عِيْسٰى وَاَصْحَابُهٗ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ۔"

اور پھر فرماتے ہیں:-

"..... فَيَرْغَبُ نَبِيُّ اللّٰهِ عِيْسٰى صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَصْحَابُهٗ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ"

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے چار مرتبہ آنے والے مسیح کو نبی اللہ کہہ کر ذکر فرمایا ہے اور صحیح مسلم صحاح ستہ کی اہم ترین کتابوں میں سے ہے۔ اگر یہ کہا جائے کہ وہ پرانا نبی تھا اور آئندہ کوئی صحابی بھی پیدا نہیں ہوسکتا، تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس کے ساتھیوں کو صحابہ کیوں کہا جا رہا ہے اور ساتھ رضی اللہ عنہم کا خطاب کیوں دیا جا رہا ہے؟۔ ظاہر ہے یہ آپ کے بعد میں ہونے والا ایک واقعہ

ہے جس کا آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم ذکر فرما رہے ہیں ۔

پس ایک بات تو قطعی طور پر ثابت ہو گئی کہ جتنے چاہیں دجّال اور کذّاب اور لعقتی اور جھوٹے دُنیا میں آجائیں تیس آئیں یا تیس لاکھ آئیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آنے والے عیسیٰ یا مسیح کو جو نبی اللہ کا خطاب مرحمت فرمایا ہے اُسے دُنیا کی کوئی طاقت چھین نہیں سکتی ۔ کون ہے جو حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے دیئے ہوئے خطاب کو چھین لے ۔

زارِ روس کے متعلق آتا ہے کہ ایک دفعہ اُس نے اپنے ایک سپاہی کو حکم دیا کہ میں ایک بہت ضروری کام میں مصروف ہوں تم نے اس رستے پر کسی کو آنے نہیں دینا ۔ چنانچہ وہ سپاہی سینہ تان کر کھڑا ہو گیا ۔ کچھ دیر کے بعد زارِ روس کا بیٹا اپنے باپ (بادشاہ) سے ملنے جا رہا تھا تو سپاہی نے شہزادہ کو روک دیا کہ آپ آگے نہیں جا سکتے ۔ اُس نے کہا تم کون ہوتے ہو مجھے روکنے والے سپاہی نے کہا زارِ روس کا حکم ہے ۔ شہزادہ نے کہا اچھا میں تمہیں ابھی بتاتا ہوں اس نے سپاہی کو سانٹے مارے اور ذلیل و رسوا کیا ۔ جس حد تک زیادتی کر سکتا تھا زیادتی کی اور پھر آگے بڑھنے لگا لیکن سپاہی زخمی حالت میں آگے کھڑا ہو گیا کہ مار تو آپ نے لیا ہے مگر آپ آگے نہیں جا سکتے زارِ روس کا حکم ہے ۔ اس پر پھر اُس کو طیش آگیا ۔ پھر اُس نے مارا پھر اُس نے انکار کیا اور آگے نہ جانے دیا ۔

زارِ روس یہ سارا واقعہ دیکھ رہا تھا ۔ چنانچہ وہ آگے آیا اور شہزادے سے پوچھا کیا بات ہے ، یہ کیا جھگڑا ہو رہا ہے ؟ اُس نے کہا کہ مجھے اُس نے آگے نہیں آنے دیا ۔ یہ ایک ذلیل سپاہی ہے ۔ یہ کون ہوتا ہے میرا رستہ روکنے والا ۔ زارِ روس نے پوچھا اُس نے کیا کہا تھا ۔ شہزادہ نے بتایا کہ کہا تو یہی تھا کہ بادشاہ کا حکم ہے ۔ بادشاہ نے کہا ۔ اگر یہ کہا تھا تو پھر تم نے حکم عدولی کی ہے ۔ چنانچہ بادشاہ نے سپاہی سے کہا تم یہ سانٹا اُٹھاؤ اور میرے بیٹے کو مارو ۔ شہزادہ بولا کہ بادشاہ سلامت ! اس مملکت کا قانون ہے کہ کوئی عام سپاہی کسی افسر پہ ہاتھ نہیں اُٹھا سکتا ۔ زارِ روس نے اُس سپاہی کو کیپٹن کا عہدہ دے دیا اور اُسے مخاطب کر کے کہا اے کیپٹن فلاں ! تم سانٹا اُٹھاؤ اور میرے بیٹے کو مارو ۔ شہزادہ نے کہا ۔ بادشاہ سلامت ! ایک اَور بھی قانون ہے کہ کیپٹن اپنے سے بڑے عہدیدار یعنی جرنیل کو نہیں مار سکتا ۔ اس پر زارِ روس نے کہا کہ اے جرنیل فلاں ! تم سانٹا اُٹھاؤ اور میرے بیٹے کو مارو ۔ شہزادہ نے اس پر پھر عرض کیا کہ اس مملکت کا ایک اور قانون بھی ہے اور وہ یہ کہ کوئی غیر شہزادہ کسی شہزادہ کو نہیں مار سکتا ۔ اس پر زارِ روس نے کہا کہ اے شہزادہ فلاں ! سانٹے کو اُٹھاؤ اور میرے بیٹے کو مارو کیونکہ اس نے میری حکم عدولی کی ہے ۔ آن واحد میں وہ سپاہی شہزادہ بن گیا ۔ کوئی نہیں تھا جو اس کی شہزادگی کو اس سے چھین سکتا ۔

محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو کیا تم یہ بھی اختیار نہیں دیتے جو زارِ روس کو حاصل تھا۔ سلطنتِ روس میں جو مقام اور جو عظمت زارِ روس کو حاصل تھی اس سے لاکھوں کروڑوں مرتبہ زیادہ عظمت ہمارے آقا و مولا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو آسمان پر بھی حاصل تھی اور زمین پر بھی۔ آپؐ مذکورہ بالا حدیث میں آنے والے مسیح کو نبی اللہ فرما رہے ہیں۔ ایک دفعہ نہیں فرما رہے، دو دفعہ نہیں فرما رہے، تین دفعہ نہیں فرما رہے بلکہ ایک ہی حدیث میں آپ نے چار مرتبہ نبی اللہ کے نام پہ یاد فرماتے ہیں۔ آپ اے مخالفو! اگر تم میں طاقت اور ہمت ہے تو اس خطاب کو اس سے چھین کے دکھاؤ۔ تم اس دروازے کو بند کروگے تو کیسے کروگے۔

اور جہاں تک تیس دجالوں کے آنے کا تعلق ہے تو اس کے متعلق بھی سُن لیجئے۔ صحیح مسلم کی شرح "اِکمال الاکمال" میں لکھا ہے:۔

"هٰذَا الْحَدِيْثُ ظَهَرَ صِدْقُهٗ فَإِنَّهٗ
لَوْ عُدَّ مَنْ تَنَبَّأَ مِنْ زَمَنِهٖ صلعم
إِلَى الْآنَ لَبَلَغَ هٰذَا الْعَدَدُ وَ
يَعْرِفُ ذٰلِكَ مَنْ يُّطَالِعُ التَّارِيْخَ۔

(جلد ۷ صفحہ ۲۵۸ مصری)

اِس حدیث کی سچائی ثابت ہو گئی کیونکہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

سے لے کر آج تک کے تمام جھوٹے مدعیانِ نبوت کو گنا جائے تو یہ تعداد پوری ہو چکی ہے اور اس بات کو وہ شخص جو تاریخ کا مطالعہ کرے جان لے گا۔

یہ خدا تعالیٰ کا تصرّف تھا کہ مسیح کے آنے سے پہلے پہلے تیس کی تعداد پوری کر دی گئی۔ اور اگر تم یہ کہو کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کے زمانہ تک اور بھی ظاہر ہو چکے ہوں گے تو پھر اس حدیث کا عدد ہی مشکوک ہو جاتا ہے۔ مگر نہیں۔ سُنو! نواب صدیق حسن خاں صاحب جن کے زمانہ اور حضرت مسیح موعود علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کے زمانہ میں کوئی فرق نہیں وہ لکھتے ہیں:۔

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو اس اُمّت میں دجّالوں کی آمد کی خبر دی تھی وہ پوری ہو کر تعداد مکمل ہو چکی ہے۔" (حجج الکرامہ صفحہ ۲۳۹)

اس حوالے سے ظاہر ہے کہ اب کوئی دجّال اور نبوّت کا جھوٹا دعویٰ کرنے والا گویا اس حدیث کی روشنی میں نہیں آئے گا۔ چونکہ مسیح کے آنے کا وقت آگیا تھا ساری زبانیں خاموش کر دی گئیں۔ انتظار کا سکوت تھا اور اُمّت خاموشی سے آنے والے کی منتظر تھی۔ اور خدا کی شان ہے کہ اس سے پہلے اہلِ حدیث کے ایک چوٹی کے عالم سے یہ اعلان کروا دیا کہ اب جھوٹے مدعیان کا وقت ختم ہو گیا اب آیا تو سچا ہی آئے گا۔

تکمیل عمارت سے مراد اکمل شریعت

ہمارے مخالفین ایک اور حدیث پیش کرتے ہیں اور کہتے ہیں بھلا اس حدیث کے ہوتے ہوئے شک کی کوئی گنجائش رہ جاتی ہے چنانچہ اس حدیث پر بہت زور دیا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ اس کے بعد کسی اُمتی نبی کے آنے کا سوال ہی باقی نہیں رہتا۔ حدیث کے الفاظ یہ ہیں:۔

"عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَثَلِيْ وَ مَثَلُ الْاَنْبِيَاءِ كَمَثَلِ قَصْرٍ اُحْسِنَ بُنْيَانُهٗ تُرِكَ مِنْهُ مَوْضِعُ لَبِنَةٍ فَطَافَ بِهِ النُّظَّارُ يَتَعَجَّبُوْنَ مِنْ حُسْنِ بُنْيَانِهٖ اِلَّا مَوْضِعَ تِلْكَ اللَّبِنَةِ فَكُنْتُ اَنَا سَدَدْتُّ مَوْضِعَ اللَّبِنَةِ خُتِمَ بِيَ الْبُنْيَانُ وَخُتِمَ بِيَ الرُّسُلُ وَفِيْ رِوَايَةٍ فَاَنَا اللَّبِنَةُ وَاَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ۔

(بخاری کتاب المناقب)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری اور سابقہ نبیوں کی مثال اس محل کی طرح ہے جس کی تعمیر بڑے خوبصورت انداز میں ہوئی لیکن اس میں ایک

اینٹ کی جگہ چھوڑ دی گئی۔ لوگ اس محل کو گھوم پھر کر دیکھتے اور اس کی خوبصورتی پر حیران ہوتے لیکن دل میں کہتے یہ اینٹ کی جگہ کیوں چھوڑ دی گئی۔ پس وہ میں ہوں جس نے اس اینٹ کی جگہ کو پُر کیا۔ میرے ذریعہ یہ عمارت تکمیل میں اعلیٰ اور حُسن میں بے مثال ہو گئی ہے اسی لئے مجھے رسولوں کا خاتم بنایا گیا ہے۔ ایک اور روایت ہے کہ حضورؐ نے فرمایا وہ اینٹ میں ہوں اور نبیوں کا خاتم ہوں۔

کہتے ہیں اب بتاؤ اس مکمل اور تفصیلی اعلان کے بعد کوئی شک باقی رہ جاتا ہے کیونکہ جب آخری اینٹ رکھ دی گئی اور خلاء پُر ہو گیا تو پھر کسی نئے نبی یا کسی قسم کے نبی کے آنے کی گنجائش کیسے موجود ہے۔ ہاں وہ یہ مانتے ہیں کہ نیچے سے ایک اینٹ اُکھاڑ کر آسمان پہ پہنچا دی جائے اور آخر پہ اتاری جائے تو پھر ایک نبی آسکتا ہے اس کے بغیر کوئی صورت نہیں۔ لیکن علامہ ابن حجر عسقلانی اس حدیث کی کیا تشریح فرماتے ہیں وہ بھی سنیئے۔ وہ فرماتے ہیں:۔

"اَلْمُرَادُ هُنَا النَّظْرُ اِلَى الْاَكْمَلِ بِالنِّسْبَةِ اِلَى الشَّرِيْعَةِ الْمُحَمَّدِيَّةِ مَعَ مَا مَضٰى مِنَ الشَّرَائِعِ الْكَامِلَةِ۔

(فتح الباری جلد ۶ صفحہ ۳۸۰)

بخاری کی حدیث تو پیش کی جاتی ہے اور بڑے فخر سے کہا جاتا ہے کہ بخاری کی حدیث ہے لیکن بخاری کی شرح کی یہ عبارت چھپا لیتے ہیں وہ کیوں ساتھ پیش نہیں کرتے جس میں یہ لکھا ہوا ہے کہ :-

"مراد اس تکمیل عمارت سے یہ ہے کہ شریعتِ محمدیہ پہلے گذری ہوئی کامل شریعتوں کی نسبت ایک اکمل شریعت ہے۔"

لیکن یہ تشریح تو ان کی اُس فہرست میں شامل ہی نہیں ہے کیونکہ ابن حجر عسقلانی اُس فہرست میں شامل نہیں ہیں جس میں ان کے بقول اسلام کے مسلّمہ چوٹی کے بزرگ متفکرین اور فلسفہ دان شامل سمجھے جاتے ہیں۔ مگر اُن چار میں علّامہ ابن خلدون کا نام ضرور شامل ہے، ہم دیکھتے ہیں کہ انہوں نے اس بارہ میں کیا فرمایا ہے وہ کہتے ہیں :-

"یُفَسِّرُوْنَ خَاتَمَ النَّبِیِّیْنَ بِاللَّبِنَةِ
حَتّٰی اَکْمَلَتِ الْبُنْیَانَ وَ مَعْنَاهُ
النَّبِیُّ الَّذِیْ حَصَلَتْ لَهُ النُّبُوَّةُ
الْکَامِلَةُ" (مقدمہ ابن خلدون صفحہ ۲۷۱)

کہ لوگ خاتم النّبیّین کی تفسیر اس اینٹ سے کرتے ہیں کہ جس سے عمارت مکمّل ہو گئی لیکن اس کے معنے یہ ہیں کہ وہ نبی

جس کے لئے نبوّت کاملہ حاصل کی گئی۔ گویا زمانی لحاظ سے آخریت کا ذکر ہی نہیں کرتے بلکہ کہتے ہیں اس سے مراد صرف اتنی ہے کہ وہ نبی آگیا جس کے ذریعہ نبوّتِ کاملہ حاصل ہوئی۔ اس سے زیادہ اس حدیث کا کوئی معنی نہیں ہے۔

ایک اور حدیث بھی ہے جس پر بناء کرتے ہوئے ہماری مخالفت کی جاتی ہے اور وہ یہ ہے :-

"عَنْ سَعِیْدِ بْنِ الْمُسَیَّبِ عَنْ
عَامِرِ بْنِ سَعْدِ بْنِ اَبِیْ وَقَّاصٍ عَنْ اَبِیْهِ[۱،۲،۳]
قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ
وَسَلَّمَ لِعَلِیٍّ اَنْتَ مِنِّیْ بِمَنْزِلَةِ
هَارُوْنَ مِنْ مُّوْسٰی اِلَّا اَنَّهٗ
لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ وَ فِیْ رِوَایَةٍ
لِلْبُخَارِیْ اِلَّا اَنَّهٗ لَیْسَ نَبِیٌّ
بَعْدِیْ وَ فِیْ رِوَایَةٍ لِمُسْلِمٍ
اِلَّا اَنَّكَ لَسْتَ بِنَبِیٍّ۔"

۱۔ بخاری کتاب الفضائل باب فضائل علی بن ابی طالب۔
۲۔ مسلم کتاب الفضائل۔
۳۔ مسند احمد ۱/۳۳۱

بَعْدِیْ کے لغوی معنے

یہ پوری حدیث ہے اور اس کا ترجمہ یہ ہے کہ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ بیان کرتے ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ سے فرمایا میرے ہاں تیری منزلت وہی ہے جو موسیٰؑ کے ہاں ہارونؑ کی تھی۔ لیکن میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ ایک روایت میں ہے البتہ تُو نبی نہیں ہے اور مسند احمد بن حنبل کی روایت میں ہے نبی نہ بن بیٹھنا باقی سب نسبتیں وہی ہیں۔

قصہ یہ ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک غزوہ کے موقع پر حضرت علیؓ کو اپنے پیچھے مدینہ کا امام بنا کر باہر جا رہے تھے۔ وہ ایک عظیم مجاہد تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تمام غزوات میں شامل ہوتے رہے، تمام لڑنے والوں میں ان کا مقام بہت بلند تھا، عظیم الشان جہاد کرنے والے تھے اور بڑے ماہر قتال ثابت ہوئے تھے۔ آپ کے لئے پیچھے رہ جانا دوہرا صدمہ تھا یعنی وہ یہ سمجھتے تھے کہ ایک تو میں جہاد سے محروم رہ جاؤں گا اور دوسرے لوگ بھی باتیں کریں گے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ناراض ہیں۔ چنانچہ حضرت علیؓ نے بڑے درد کے ساتھ عرض کیا اے اللہ کے رسول! کیا آپؐ مجھے پیچھے عورتوں اور بچوں کا امیر بنا کر جا رہے ہیں۔ یہ پیار کو ابھارنے کی ایک ادا تھی۔ اس پر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے علی! تُو کس صدمہ میں مبتلا ہو گیا ہے اور کس فکر میں پڑ گیا ہے، تیرا اور میرا رشتہ تو اس واقعہ سے وہی بن گیا جو موسیٰؑ اور ہارونؑ کا تھا۔

جب موسیٰؑ باہر گئے تو انہوں نے ہارونؑ کو محبت اور پیار اور قرب کی وجہ سے قائم مقام بنایا نہ کہ کسی اور وجہ سے۔ پس میرا اور تمہارا تو وہی رشتہ ہے۔ فرق صرف یہ ہے کہ میرے بعد یا جس عرصہ میں میں یہاں نہیں رہوں گا تُو نبی نہیں ہوگا۔ یہ اس کا معنیٰ ہے۔ بخاری میں بعض اور طرق سے بھی یہ روایت درج ہے۔ لیکن بنیادی طور پر یہی مضمون ہے۔

آپ موجودہ علماء اس بات پر اصرار کرتے ہیں کہ یہاں "بَعْدِیْ" کے بعد ہمیشہ کا بعد مُراد ہے اور وہ غیر حاضری مراد نہیں جس کے ضمن میں یہ بات ہو رہی تھی۔ لیکن ایک ایسا وجود ہے جس کو یہ لوگ بہت عظمت دیتے ہیں اور اس کی بات کو بڑی وقعت سے سنتے ہیں کم از کم دعویٰ یہی ہے اور وہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ ہیں جن کو حکومتِ پاکستان کے شائع کردہ کتابچہ میں عظیم مفکرین اسلام کی فہرست میں شامل کیا گیا ہے۔ اُن سے ہم پوچھتے ہیں کہ آپ اس حدیث سے کیا سمجھتے ہیں تو ان کا جواب سنئیے۔ حضرت شاہ صاحب فرماتے ہیں:۔

"جاننا چاہیئے کہ اس حدیث کا مدلول صرف غزوہ تبوک میں حضرت علیؓ کا مدینہ میں نائب یا مقامی امیر بنایا جانا اور حضرت ہارونؑ سے تشبیہ دیا جانا ہے جب کہ موسیٰؑ نے طُور کی جانب سفر کیا اور بَعْدِیْ کے معنے

اس جگہ غَیْرِی کے ہیں نہ کہ بعدیت زمانی. جیساکہ
آیت فَمَنْ یَّھْدِیْهِ مِنْۢ بَعْدِ اللّٰهِ میں کہتے
ہیں بَعْدِ اللّٰهِ کے معنی اللہ کے سوا ہیں ۔"

دلیل بھی قرآن سے دی کہ بعد کا معنیٰ ہر جگہ زمانی بعد نہیں ہُوا کرتا "سوا" بھی ہوتا ہے. چنانچہ قرآن کریم میں اللہ کے بعد کا جہاں ذکر ہے وہاں خدا کا بعد تو ہو ہی نہیں سکتا. پس ثابت ہُوا کہ عرب اور فصحائے عرب ہی نہیں خود خدا اپنے کلام میں لفظ بعد کو "سوا" کے معنی میں استعمال کرتا ہے. پھر حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ مزید فرماتے ہیں :-

" بعدیتِ زمانی اس لئے مراد نہیں کہ حضرت ہارونؑ
حضرت موسیٰؑ کے بعد زندہ نہیں رہے کہ حضرت علیؓ
کے لئے بعدیتِ زمانی ثابت ہو اور حضرت علیؓ سے
بعدیتِ زمانی کا استثناء کریں ۔"

(قرۃ العینین فی تفضیل الشیخین)

کیسی عمدہ دلیل ہے اور کیسی پیاری بات ہے، صاحبِ عرفان اور متقی لوگ اس طرح باریک در باریک نظر کے ساتھ مطالعہ کرتے تھے، خصوصًا احادیث کا بڑی محبت کے ساتھ مطالعہ کیا کرتے تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے منشاء سے محبت رکھتے تھے، اور آپؐ کے اقوال کے عاشق تھے. آنحضورؐ کے ارشادات کی مراد اور

منشاء معلوم کرنے کے لئے بڑی جستجو کرتے تھے. چنانچہ اس سلسلہ میں حضرت شاہ ولی اللہؒ نے اس کی یہ دلیل نکالی کہ بعدیتِ زمانی اس لئے مراد نہیں کہ حضرت ہارونؑ. حضرت موسیٰؑ کے بعد زندہ نہیں رہے کہ حضرت علیؓ کے لئے بعدیتِ زمانی ثابت ہو اور حضرت علیؓ سے بعدیتِ زمانی کا استثناء کریں۔ اَب دیکھیں یہ کیسی عمدہ دلیل ہے. مثال تو اس کی دے رہے ہیں جس کا بعد صرف اپنے زمانہ تک تھا. اور حضرت موسیٰؑ کے بعد ہارونؑ زندہ ہی نہیں رہے اس لئے یہ بعد بھی اُتنا ہی رہے گا جتنا پہلے تھا اُس سے آگے تم اس کو نہیں بڑھا سکتے .

نبی کی بعثت اور ضرورتِ زمانہ

ایک اَور حدیث قابلِ توجہ ہے جو حضرت عمرؓ کے متعلق ہے اس پر بھی اکثر علماء بہت زور دیتے ہیں . یہ پُوری حدیث یُوں ہے :-

" عَنْ بَکْرِ بْنِ عَمْرٍو عَنْ مِشْرَحِ بْنِ
هَاعَانَ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ
عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ لَوْ کَانَ نَبِیٌّ بَعْدِیْ لَکَانَ عُمَرُ
بْنُ الْخَطَّابِ هٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ غَرِیْبٌ
لَا نَعْرِفُهٗ اِلَّا مِنْ حَدِیْثِ مِشْرَحِ بْنِ هَاعَانَ .

(ترمذی ابواب المناقب باب مناقب عمرؓ)

اس حدیث کا پہلا جزو عموماً بیان کیا جاتا ہے اور دوسرے جزو سے پردہ پوشی کی جاتی ہے یا صرفِ نظر کیا جاتا ہے۔ اس حدیث کا ترجمہ یہ ہے کہ حضرت عقبہ بن عامر بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا اگر میرے بعد کسی نبی کے آنے کی ضرورت ہوتی تو حضرت عمرؓ نبی ہوتے۔ مطلب یہ کہ میرے بعد کسی قسم کا نبی اگر آنا ہوتا تو گویا حضرت عمرؓ تو بعد میں زندہ رہے اس لئے وہ پہلا اعتراض اُٹھ گیا کیونکہ وہ بعد میں بھی زندہ رہے مگر نبی نہ بنے اس سے گویا معلوم ہوا کہ آنحضورؐ کے بعد میں کوئی نبی نہیں آسکتا۔ امام ترمذی اس حدیث کو درج کرنے کے بعد خود ہی لکھتے ہیں هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ کہ یہ حدیث حسن مگر غریب ہے یعنی اس کا مشرح بن ہاعان ایک ہی راوی ہے۔ لیکن جب ہم مشرح بن ہاعان کے متعلق یہ معلوم کرتے ہیں کہ یہ کون تھے اور علمائے حدیث ان کو کیا مقام دیتے تھے تو "تہذیب التہذیب" جو راویوں کی چھان بین کے اعتبار سے ایک مستند کتاب ہے اس کی جلد ۱۰ صفحہ ۱۵۵ پر مشرح بن ہاعان کے متعلق یہ عبارت ملتی ہے:-

"قَالَ ابْنُ حِبَّانَ فِي الضُّعَفَاءِ لَا يُتَابَعُ عَلَيْهَا الصَّوَابُ تَرْكُ مَا انْفَرَدَ بِهٖ
قَالَ ابْنُ دَاؤدَ اِنَّهٗ كَانَ فِي جَيْشِ

الْحَجَّاجِ الَّذِيْنَ حَاصَرُوا ابْنَ الزُّبَيْرِ وَرَمَوا الْكَعْبَةَ بِالْمَنْجَنِيْقِ۔

یعنی مشرح بن ہاعان کو ابن حبّان نے ضعیف قرار دیا ہے وہ کمزور روایت بیان کرنے والوں میں سے تھا۔ اس لئے اس کی مطابقت اور پیروی نہیں کی جاتی بہتر بات یہ ہے کہ جہاں وہ اکیلا راوی رہ جائے وہاں اُس کی روایت کو چھوڑ دیا جائے۔ اور "حدیث غریب" کا مطلب یہی ہے کہ اکیلا راوی رہ گیا۔ اس رائے سے ابن داؤد بھی متفق ہیں بلکہ زیادہ شدّت سے مشرح کے خلاف بات کرتے ہیں۔ یہ راوی حجّاج کے اُس لشکر میں شامل تھا جنہوں نے حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کو گھیرے میں لے لیا تھا اور منجنیق سے کعبہ پر سنگ باری کی تھی۔ اس کے بعد اس کی روایت کا کیا اعتبار باقی رہ جاتا ہے۔ لیکن صرف یہی بات نہیں اسی مضمون کی دوسری روایات اس مضمون کی وضاحت کرنے کے لئے موجود ہیں۔ چنانچہ اس قسم کی روایات میں سے ایک میں لکھا ہے:-

"لَوْ لَمْ اُبْعَثْ لَبُعِثْتَ يَا عُمَرُ"

(مرقاۃ شرح مشکوٰۃ جلد ۵ صـ۳۹ـ)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا اگر میں مبعوث نہ ہوتا تو پھر اے عمرؓ! تو مبعوث کیا جاتا۔

ایک اور روایت یوں درج ہے:-

"لَوْ لَمْ اُبْعَثْ فِيْكُمْ لَبُعِثَ عُمَرُ فِيْكُمْ" (کنوز الحقائق صفحہ ۱۰۳)

کہ عمرؓ میں نبوت کی استعدادیں موجود ہیں اگر میں تم میں مبعوث نہ کیا جاتا تو عمرؓ تم میں میری جگہ مبعوث کیا جاتا۔ یہ مطلب ہے اس حدیث کا۔ پس اگر یہ حدیث بھی ہے تو وہ "عَبْقَرِی" کے معنوں میں ہے۔

امکانِ نبوت کی ایک اور دلیل

اب ایک اور حدیث سنئیے جو اس سارے "بعد زمانہ" آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قصے کو ختم کر دیتی ہے۔ ہم اپنی طرف سے کچھ نہیں کہتے۔ ہم ہوتے کون ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کسی باب کو بند کریں اور ہم اُسے کھول دیں یا حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم رُوحانی فیض کا کوئی دروازہ کھولیں اور ہم اسے بند کر دیں کیونکہ یہ آپ ہی ہیں جو مالک ہیں ابواب کے۔ اور وہی جو چاہیں دروازہ بند فرماتے ہیں اور جو چاہیں کھول دیتے ہیں۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

"حَدَّثَنَا عَبْدُ الْقُدُّوْسِ بْنُ مُحَمَّدٍ ثَنَا دَاوُدُ بْنُ شَبِيْبٍ الْبَاهِلِيُّ ثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ عُثْمَانَ ثَنَا الْحَكَمُ بْنُ عُتَيْبَةَ عَنْ مِقْسَمٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ لَمَّا

مَاتَ اِبْرَاهِيْمُ ابْنُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ "اِنَّ لَهٗ مُرْضِعًا فِي الْجَنَّةِ وَلَوْ عَاشَ لَكَانَ صِدِّيْقًا نَبِيًّا وَلَوْ عَاشَ لَعَتَقَتْ اَخْوَالُهُ الْقِبْطُ وَمَا اسْتُرِقَّ قِبْطِيٌّ"

(ابن ماجہ کتاب الجنائز باب ما جاء فی الصلوٰۃ علی ابن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم)

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ جب ابراہیم ابن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہوئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز (جنازہ) پڑھی اور فرمایا کہ اس کے لئے جنت میں دودھ پلانے والی موجود ہے اور اگر یہ زندہ رہتا تو صدیق نبیا ہوتا۔

یہ تو روایت ہے کہ اگر زندہ رہتا تو صدیق نبی ہو جاتا۔ اس پر ہمارے مخالف علماء کی طرف سے یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ دیکھو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تو اتنا فرمایا ہے کہ زندہ رہتا تو نبی ہو جاتا۔ مگر خدا نے مارا اس لئے کہ نہ زندہ رہے اور نہ نبی بنے۔ یہ اس کی گویا حکمت ہے۔ حالانکہ امر واقعہ یہ ہے کہ یہ کلیۃً جھوٹ ہے۔ اس میں تو حکمت کی کوئی بات ہی نہیں ہے یہ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی فصاحت و بلاغت پر ایک گندا

جملہ ہے۔

اس حدیث کا پس منظر یہ ہے کہ حضرت ابراہیم ۹ھ کے اوائل میں وفات پاتے ہیں جب کہ آیت خاتم النبیین ۵ھ میں نازل ہوئی گویا آیت خاتم النبیین کے نزول کے تقریباً چار سال کے بعد حضرت ابراہیم کی وفات ہوئی۔ اب ایک معمولی اور ادنیٰ فہم کا انسان بھی تصور کر سکتا ہے کہ اگر آیت خاتم النبیین کا مطلب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یہ سمجھتے کہ ہر قسم کی نبوت ہمیشہ کے لئے بند ہے تو یہ فقرہ کبھی نہیں فرما سکتے تھے کہ اگر زندہ رہتا تو نبی بن جاتا۔ یہ تو کہہ سکتے تھے کہ زندہ اس لئے نہیں رہا کہ نبی نہ بن جاتے لیکن آپؐ نے یہ نہیں فرمایا بلکہ فرماتے ہیں کہ اگر زندہ رہتا تو نبی بن جاتا حالانکہ یہ کہنا چاہیئے تھا کہ اگر ابراہیم ہزار سال بھی زندہ رہتا تو نبی نہ بنتا کیونکہ جس نبی کو یہ خبر دے دی گئی ہو کہ تمہارے بعد قیامت تک کوئی نبی نہیں آئے گا تو جب اس کا اپنا بیٹا اس کے سامنے فوت ہو رہا ہو تو وہ زیادہ سے زیادہ یہ کہہ سکتا ہے کہ بہت نیک اور پاکیزہ بچہ ہے لیکن چونکہ میرے خدا نے مجھے خبر دے دی ہے کہ اس اُمت میں کوئی نبی نہیں آئے گا اس لئے یہ بچہ جب تک زندہ رہتا تو کبھی نبی نہ بنتا یہ منطوق تھا اس حدیث کا لیکن آپؐ نے یہ نہیں فرمایا۔

صرف یہی نہیں ایک اور روایت بھی ہے اور وہ بہت دلچسپ ہے اس میں بعد والا جھگڑا کلیۃً ہی ختم کر دیا گیا ہے۔

چنانچہ حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:-

"قَالَ لَمَّا تُوُفِّيَ إِبْرَاهِيْمُ اَرْسَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلٰى اُمِّهٖ مَارِيَةَ فَجَاءَتْهُ وَغَسَّلَتْهُ وَكَفَّنَتْهُ وَخَرَجَ بِهٖ وَخَرَجَ النَّاسُ مَعَهٗ فَدَفَنَهٗ وَاَدْخَلَ النَّبِيُّ يَدَهٗ فِيْ قَبْرِهٖ فَقَالَ اَمَا وَاللّٰهِ اِنَّهٗ لَنَبِيٌّ ابْنُ نَبِيٍّ۔

(تاریخ الکبیر لابن عساکر صفحہ ۲۹۵

الفتاوی الحدیثیۃ لابن حجر الہیثمی صفحہ ۱۲۵)

حضرت علیؓ بیان کرتے ہیں کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادے ابراہیم فوت ہوئے تو آپؐ نے ان کی والدہ ماریہؓ کو جنازہ تیار کرنے کا پیغام بھیجا۔ چنانچہ انہوں نے صاحبزادہ ابراہیم کو غسل دیا، کفن پہنایا، حضور علیہ السلام اپنے صحابہؓ کے ساتھ جنازہ باہر لائے، قبرستان میں دفن کیا اور پھر قبر پہ ہاتھ رکھ کر فرمایا خدا کی قسم یہ نبی ہے نبی کا بیٹا ہے۔ حضرت علیؓ چونکہ گھر کے فرد تھے۔ اس لئے ان کی روایت میں زیادہ وضاحت اور تفصیل سے موجود ہے کہ کیا واقعہ ہوا۔

حدیث لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ کی اصل حقیقت

یہ واقعہ آیت خاتم النبیین کے نزول سے کم و بیش چار سال کے بعد ہوا۔ دیگر علماء کی بھی اس پہ نظر جانی چاہیئے اور

حضرت عمرؓ والی حدیث پر بھی ان کی نظر گئی ہو گی اور گئی ہے چنانچہ علماء اس سے کیا استنباط کرتے ہیں۔ تو سُنیئے حضرت مُلّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :-

"وَمَعَ هٰذَا لَوْ عَاشَ اِبْرَاهِيْمُ وَصَارَ نَبِيًّا وَكَذَا لَوْ صَارَ عُمَرُ نَبِيًّا لَكَانَا مِنْ اَتْبَاعِهٖ عَلَيْهِ السَّلَامُ كَعِيْسٰى وَالْخِضْرِ وَاِلْيَاسَ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ فَلَا يُنَاقِضُ قَوْلَهٗ تَعَالٰى خَاتَمَ النَّبِيِّيْنَ اِذِ الْمَعْنٰى اَنَّهٗ لَا يَاْتِيْ نَبِيٌّ بَعْدَهٗ يَنْسَخُ مِلَّتَهٗ وَلَمْ يَكُنْ مِّنْ اُمَّتِهٖ"

(موضوعات کبیری مترجمہ مطبوعہ قرآن محل کراچی ص۳۲۲)

اگر ابراہیمؑ زندہ ہوتے اور نبی ہوتے اور عمرؓ بھی نبی ہوتے تو ہر دو آپؐ کے متبعین سے ہوتے جیسا کہ عیسٰیؑ، خضرؑ، اور الیاسؑ۔ تو یہ اللہ تعالیٰ کے قول خاتم النبیین کے منافی نہیں کیونکہ اس کا مقصد یہ ہے کہ آپؐ کے بعد کوئی ایسا نبی نہ آئے گا جو آپؐ کی ملت کو منسوخ کر دے اور آپؐ کی ملت سے نہ ہو۔

کتنا واضح اور کتنا غیر مبہم استنباط ہے۔ اور اس امکان کو بند کر رہے ہیں جس کا آج کل کے علماء کی طرف سے سہارا لیا گیا ہے اور یہ اہل سنت کے چوٹی کے علماء میں سے ہیں۔ اب دیکھئے سرکاری

کتابچہ میں کیا کہا جا رہا ہے اور کتنا بڑا جھوٹ باندھا جا رہا ہے کہ تمام گذشتہ بزرگ اور علماء ہمیشہ سے متفق رہے ہیں کہ آیت خاتم النبیین کا مطلب اس کے سوا ہے ہی کچھ نہیں کہ ہر قسم کی نبوت ہمیشہ کے لئے بند ہو گئی۔ اس سلسلہ میں ایک اور حوالہ بھی حضرت مُلّاں علی قاری کا ہے لیکن اسے فی الحال چھوڑتا ہوں۔

اب سُنیئے لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ کی وہ تشریح جو اُمّت کے گذشتہ چوٹی کے بڑے بڑے علماء خود کر چکے ہیں۔ تاہم اس سے پہلے جو مضمون گذرا ہے اس میں میں نے سوائے ملّا علی قاری کے حوالے کے احادیث کے مقابل پر احادیث رکھی ہیں اور اپنی طرف سے ایک لفظ بھی نہیں کہا اور بتایا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک دروازہ بند کر رہے ہیں تو ہم کہتے ہیں کہ بند ہو گیا تم بھی یہی کہتے ہو کہ بند ہو گیا لیکن جو دُوسرا دروازہ کھولتے ہیں اس کو تم کیسے بند کر سکتے ہو اس لئے وہ لوگ ہی دراصل حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے نافرمان بنتے ہیں جو آپؐ کی بعض احادیث اور اقوال کو تو قبول کر لیتے ہیں لیکن بعض دوسری احادیث اور اقوال کو ردّ کر دیتے ہیں۔ حالانکہ کسی اُمّتی کو تو یہ زیب نہیں دیتا۔ اگر وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات سے یہ سلوک کرتے تو پھر تو وہ اُمّتی رہ ہی نہیں سکتا۔ یہ تو پھر وہ حالت ہے جو قرآن کریم ان یہود کی بیان کرتا ہے جو بگڑ چکے تھے اور ان کے جرائم میں سرفہرست یہ جرم تھا کہ وہ تورات کے بعض

حقوں پر تو ہاتھ رکھ کر چھپا لیا کرتے تھے اور بعض حقیقوں کو نمایاں طور پر پیش کر دیا کرتے تھے۔ اور آج اگر اِن لوگوں میں تقویٰ ہوتا تو عوام الناس کے سامنے بلکہ تمام اہلِ اسلام کے سامنے دونوں قسم کی احادیث کھول کر رکھ دیتے پھر دُنیا خود فیصلہ کرتی اور صاحب علم و عرفان لوگ خود پہچان لیتے کہ حق کس کی طرف ہے جماعت احمدیہ کی طرف ہے یا جماعت احمدیہ کے مخالفین کی طرف۔ لیکن آدھی باتوں پر ہاتھ رکھ لیتے ہیں اور بات کرتے ہیں تو چھپا کر بات کرتے ہیں۔

جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ دیگر علمائے اُمت لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ والی احادیث (ایک حدیث نہیں اور بھی کئی حدیثیں ہیں) کے بارہ میں متفق طور پر بغیر کسی شک کے اس بات کے قائل تھے کہ اَب کوئی نبی نہیں آئے گا اس سلسلہ میں کچھ حوالے پہلے پڑھ چکا ہوں لیکن اُن میں لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ والی حدیث کا ذکر نہیں تھا۔ کوئی کہہ سکتا ہے کہ اُن کو شاید علم نہ ہو نعوذ باللہ من ذالک۔ حالانکہ وہ بہت چوٹی کے عالم تھے اس لئے اَب مَیں نے وہ اقتباسات چُنے ہیں جن میں ہر چوٹی کا بزرگ واضح طور پر ذکر کرتا ہے کہ اُسے علم ہے کہ یہ حدیثیں موجود ہیں، اُسے علم ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم یہ فرما چکے ہیں کہ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ میرے بعد کوئی نبی نہیں اس کے باوجود وہ کیا ایمان رکھتا ہے۔ اُس نے قرآن اور حدیث کو کیا سمجھا۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضؓ کا قول

اس سلسلہ میں سب سے پہلے میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا یہ مشہور قول پیش کرتا ہوں جسے آپ بار ہا سُن چکے ہیں حکومت پاکستان کے شائع کردہ کتابچہ میں یہ دعویٰ کیا گیا ہے کہ زمانہ نبویؐ سے لے کر آج تک کبھی یہ واقع نہیں ہوا کہ کسی نے لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ کا کوئی اور معنیٰ کیا ہو جبکہ حضرت عائشہ صدیقہؓ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں :۔

قُوْلُوْا اِنَّهٗ خَاتَمُ الْاَنْبِیَاءِ وَلَا تَقُوْلُوْا
لَا نَبِیَّ بَعْدَهٗ ۔ (درمنثور جلد ۵ ص۲۰۴)

یعنی اے لوگو! یہ تو کہا کرو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم خاتم النّبیین ہیں مگر یہ نہ کہا کرو کہ آپؐ کے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا جانتی تھیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا ہے لیکن وہ یہ بھی جانتی تھیں کہ اس کا غلط معنیٰ بھی لیا جا سکتا ہے اس لئے فرمایا کہ خاتم النّبیین تو ضرور کہا کرو لیکن یہ نہ کہا کرو کہ آنحضورؐ کے بعد کوئی نبی نہیں۔ آپ نے کیوں روکا؟ صاف معلوم ہوتا ہے کہ آپ جانتی تھیں کہ اس سے کوئی غلط فہمی پیدا ہو سکتی ہے اور سمجھتی تھیں کہ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ سے حضرت اقدس محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کی یہ مراد نہ تھی کہ آپؐ کے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔

امام ابنِ قتیبہؒ کی تشریح

اسی طرح شیخ الامام حضرت ابن قتیبہؒ (متوفی ۲۷۶ھ) حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا یہ قول نقل کرکے فرماتے ہیں:۔

"لَیْسَ ھٰذَا من قولھا ناقضًا بقول النّبیّ صلی اللہ علیہ وسلم لَا نَبِیَّ بَعْدَہٗ لانہ اراد لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ یَنْسَخُ مَا جِئْتُ بِہٖ"

(تاویل مختلف الاحادیث صفحہ ۲۳۶)

اس کا ترجمہ یہ ہے کہ حضرت عائشہؓ کا یہ قول آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان "لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ" کے مخالف نہیں ہے۔ (یہ نہ سمجھ بیٹھنا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تو فرما رہے ہیں۔ اور حضرت عائشہؓ روک رہی ہیں کہ نہیں کہنا۔ اس میں ایک پیغام ہے اور بتاتے ہیں کہ مخالف نہیں) کیونکہ حضورؐ کا مقصد اس فرمان سے یہ ہے کہ میرے بعد کوئی ایسا نبی نہیں جو میری شریعت کو منسوخ کرنے والا ہو۔ یہ بعینہٖ وہی عقیدہ ہے جو میرا اور آپ کا عقیدہ ہے اور یہ عقیدہ ہم نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ہی سے نہیں پایا بلکہ اُمّت کے اُن تمام صلحاء کے ورثے کے طور پر پایا ہے۔

ایک متقی عالمِ دین کا فیصلہ

حضرت امام محمد طاہرؒ (متوفی ۹۸۶ھ) بڑے مشہور و معروف بزرگ تھے انہوں نے حضرت عائشہؓ کے اس ارشاد کی تشریح کرتے ہوئے فرمایا:۔

"ھٰذَا نَاظِرٌ اِلٰی نُزُوْلِ عِیْسٰی وَھٰذَا اَیْضًا لَا یُنَافِیْ حَدِیْثَ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ لِاَنَّہٗ اَرَادَ لَا نَبِیَّ یَنْسَخُ شَرْعَہٗ"

(تکملہ مجمع البحار صفحہ ۸۵)

کہتے ہیں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا یہ قول اس بناء پر ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام نے بحیثیت نبی اللہ نازل ہونا ہے اور یہ قول حدیث لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ کے خلاف بھی نہیں کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد اس قول سے یہ ہے کہ آپ کے بعد ایسا نبی نہیں ہوگا جو آپؐ کی شریعت منسوخ کرے۔

حضرت امام محمد طاہرؒ کے نزدیک دو وجوہات تھیں جن کی بناء پر حضرت عائشہ صدیقہؓ نے منع فرمادیا اوّل یہ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پھر کہاں جائیں گے یعنی اگر لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ کہتے رہوگے تو عیسیٰؑ کو کیسے لے کر آؤ گے۔ اب دیکھیں ایک متقی عالم کا فیصلہ آج کل کے علماء سے کتنا مختلف ہے۔ جب یہ لوگ یہ کہتے ہیں کہ عیسیٰؑ آ سکتا ہے دوسرا کوئی نہیں آسکتا تو یہ عربی کے غلط معنے کرکے کہا جاتا ہے، عربی زبان اس کی اجازت نہیں دیتی

کیونکہ لَا نَبِیَّ اگر نفی جنس ہے تو پھر یہ معنیٰ بنے گا کہ کسی قسم کا کوئی نبی نہیں آسکتا اور جب لَا نفی جنس ہو تو اہلِ عرب جانتے ہیں کہ لَا نَبِیَّ کا فرمان پھر پہلے کو بھی نہیں آنے دے گا نہ اگلا آئے گا نہ پچھلا آئے گا، کسی نوع اور کسی قسم کا نبی نہیں آسکتا حالانکہ "لَا یَکُوْنُ بَعْدِیْ نَبِیٌّ" نہیں فرمایا بلکہ فرمایا ہے "لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ" اور ان دونوں باتوں میں بڑا فرق ہے یعنی یہ نہیں فرمایا کہ میرے بعد کوئی نبی مبعوث نہیں کیا جائے گا بلکہ یہ فرمایا کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ اگر کسی قسم کا معنیٰ کرنا ہے تو پھر جیسا کہ حضرت علامہ محمد طاہرؒ فرماتے ہیں کہ پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آنے کی گنجائش نہیں رہتی۔ اسی لئے حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ ایسا معنیٰ نہ کرنا جس میں نفی جنس مراد ہو۔ چنانچہ انہوں نے اس بات سے روک دیا اور دوسرے اس لئے بھی روکا گیا لِاَنَّهٗ اَرَادَ لَا نَبِیَّ یَنْسَخُ شَرْعَهٗ، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مطلق نبوت کو بند نہیں فرمار ہے تھے بلکہ یہ فرمارہے تھے کہ ایسا نبی نہیں آسکتا جو میری شریعت کو منسوخ کرنے والا ہو۔

شریعت لانے والا نبی نہیں آسکتا

چنانچہ حضرت امام عبدالوہاب شعرانیؒ (متوفی ۹۷۶ھ) حدیث لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

"وَقَوْلُهٗ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا

نَبِیَّ بَعْدِیْ وَلَا رَسُوْلَ بَعْدِیْ اَیْ مَا ثَمَّ مَنْ یُّشَرِّعُ بَعْدِیْ شَرِیْعَةً خَاصَّةً"

(الیواقیت والجواہر جلد ۲ صفحہ ۳۵)

کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قول لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ اور لَا رَسُوْلَ بَعْدِیْ سے مراد یہ ہے کہ آپ کے بعد شریعت لانے والا نبی نہیں ہوگا۔ یہی بات حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں تو ان لوگوں کو بہت ناگوار گذرتی ہے۔

برصغیر پاک و ہند کے مایہ ناز محدث شارح مشکوٰۃ شریف حضرت ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں اور یہ وہی امام اہلِ سنت ہیں جن کا میں پہلے ذکر کر چکا ہوں:۔

"وَوَرَدَ "لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ" مَعْنَاهُ عِنْدَ الْعُلَمَاءِ لَا یَحْدُثُ نَبِیٌّ بِشَرْعٍ یَّنْسَخُ شَرْعَهٗ" (الاشاعت فی اشراط الساعۃ صفحہ ۲۲۶)

یعنی حدیث میں لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ کے جو الفاظ آئے ہیں اس کے معنی علماء کے نزدیک یہ ہیں کہ کوئی نبی ایسی شریعت لے کر پیدا نہیں ہوگا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کو منسوخ کرتی ہو۔

غیر شرعی نبی آسکتا ہے

غرض جتنے بھی گذشتہ بزرگ گذرے ہیں جن میں چیدہ چیدہ بزرگوں کا میں ذکر کرتا چلا جا رہا ہوں تمام کے تمام بزرگ حدیث لَا

نَبِیَّ بَعْدِیْ کی لفظاً لفظاً وہی تشریح کرتے چلے آئے ہیں جو حضرت مسیح موعود علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے فرمائی ہے۔ مگر عجیب تحکم ہے کہ اگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام یہ تشریح کریں تو کافر اور اگر علمائے اُمت تشریح کریں تو مومن۔ اور مومن ہی نہیں بلکہ قطب الاقطاب ٹھہرتے ہیں اور ایسے چوٹی کے بزرگ کہلاتے ہیں کہ جن کے متعلق پاکستان کے سرکاری کتابچہ کو تسلیم کرنا پڑا کہ ساری اُمت میں چوٹی کے مُسلّم عالم اور مفکّرِ اسلام ہیں جن میں سے ایک حضرت شاہ ولی اللہ محدّث دہلوی بھی ہیں۔ اب میں ان کا ایک حوالہ پیش کرتا ہوں۔ حضرت شاہ صاحب فرماتے ہیں:۔

" فَعَلِمْنَا بِقَوْلِهٖ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ
لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ وَ لَا رَسُوْلَ اِنَّ النُّبُوَّۃَ
قَدِ انْقَطَعَتْ وَالرِّسَالَۃَ اِنَّمَا یُرِیْدُ بِهَا
التَّشْرِیْعَ "

(قرۃ العینین فی تفضیل الشیخین ص۳۱۹)

اس کا ترجمہ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قول لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ وَلَا رَسُوْلَ سے ہمیں معلوم ہو گیا کہ جو نبوت و رسالت منقطع ہو گئی ہے وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک نئی شریعت والی نبوت ہے۔

اور طریقہ نوشاہیہ قادریہ کے امام حضرت شیخ نوشاہ گنج قدس

سرّہ کے فرزند حضرت حافظ برخوردار (متوفیٰ ۱۳۹۳ھ) جو برصغیر پاک و ہند میں بڑے احترام کی نظر سے دیکھے جاتے ہیں حدیث لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

" وَالْمَعْنٰی لَا نَبِیَّ بِنُبُوَّۃِ التَّشْرِیْعِ بَعْدِیْ
اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الْاَنْبِیَآءِ وَ الْاَوْلِیَآءِ "

(نبراس صفحہ ۴۴۵ حاشیہ)

یعنی اس حدیث کے معنٰی یہ ہیں کہ میرے بعد کوئی ایسا نبی نہیں جو نئی شریعت لے کر آئے۔ ہاں جو اللہ چاہے انبیاء و اولیاء میں سے بے شک بھیج دے۔

اہلِ حدیث عالم کا عقیدہ

حضرت مسیح موعود علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کے تشریف لانے تک اہلِ حدیث کا کیا عقیدہ رہا ہے۔ اس کے متعلق حضرت نواب نورالحسن خاں صاحب ابن نواب صدیق حسن خاں صاحب کا ایک حوالہ سنئیے۔ وہ اہلِ حدیث کے مشہور و معروف عالم تھے۔ حدیث لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ کے بارہ میں وہ اپنا عقیدہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

" حدیث لَا وَحْیَ بَعْدَ مَوْتِیْ بے اصل ہے
(یعنی یہ جو خیال پیدا ہو گیا کہ وحی بند ہے جھوٹا خیال ہے بالکل بے اصل ہے) البتہ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ آیا ہے جس کے معنی نزدیک اہلِ علم کے یہ ہیں کہ میرے

بعد کوئی نبی شرع ناسخ نہیں لائے گا۔"

(اقتراب الساعۃ صفحہ ۱۶۲)

یہاں "نزدیک اہلِ علم کے" الفاظ بیان ہوئے ہیں اور اس سے پہلے حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے حوالہ میں بھی یہی الفاظ گزرے ہیں۔ وہ بھی یہی کہتے ہیں کہ "اہلِ علم علماء کے نزدیک" یہ معنے ہیں۔ اور حضرت مُلّا علی قاریؒ بھی یہی بات کہہ چکے ہیں۔ اس سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ اس زمانے میں احادیث کے معنے بگڑنے شروع ہو گئے تھے اور دو گروہ بن چکے تھے۔ ایک علمائے ربّانی اور اہلِ علم وعرفان کا گروہ اور دوسرے عوام الناس کی پیداوار علمائے سُوء کا گروہ جن کو اس سے قبل ایک بزرگ عالم نے جُہلاء اور سُفہاء قرار دیا ہے۔ جن کے ذریعے عوام الناس میں یہ معنے لئے جانے لگے کہ کسی قسم کا کوئی نبی نہیں آئے گا۔ چنانچہ علمائے ربّانی کو تصریح سے کہنا پڑا کہ اہلِ علم وعرفان لوگ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ کی احادیث کے یہ معنے نہیں کرتے بلکہ وہ یہ معنے کرتے ہیں اور یہ معنے سمجھتے ہیں کہ صرف شریعت والی نبوت بند ہے۔

آنحضرتؐ کی شان اور مرتبہ کا نبی نہیں آسکتا

ایک حدیث ہے جس سے بَعْد کے لفظ پر روشنی پڑتی ہے۔ فتوحاتِ مکیہ میں اس حدیث کی تشریح بھی موجود ہے۔ حدیث کے الفاظ یہ ہیں:۔

عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَۃَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا ھَلَکَ قَیْصَرُ فَلَا قَیْصَرَ بَعْدَہٗ وَاِذَا ھَلَکَ کِسْرٰی فَلَا کِسْرٰی بَعْدَہٗ۔

(بخاری کتاب الایمان والنذور باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم)

حضرت جابر بن سمرۃؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب یہ قیصر روم ہلاک ہو جائے گا تو اس کے بعد کوئی قیصر نہیں ہوگا اور جب یہ کسریٰ ہلاک ہوگا تو اس کے بعد کوئی کسریٰ نہیں ہوگا۔ یعنی تمہارے ذریعہ ان سلطنتوں کی شان و شوکت مٹا دی جائے گی۔

اب دیکھئے اس حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فَلَا قَیْصَرَ بَعْدَہٗ اور فَلَا کِسْرٰی بَعْدَہٗ فرما کر خود ہی فَلَا بَعْدَہٗ کا ایک عجیب پُرحکمت معنی بیان فرما دیا اور بتا دیا کہ ایسے موقع پر "لا" نفی جنس کے لئے استعمال نہیں ہوتا بلکہ ان معنوں میں استعمال ہوتا ہے کہ اس شان اور مرتبہ کا کوئی نہیں ہوگا۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسریٰ مرا اور پھر دوسرا کسریٰ ہوا۔ اسی طرح قیصر مرا اور پھر ہزار سال سے زیادہ عرصہ تک اسی طرح قیصر کے بعد قیصر پیدا ہوتا رہا تو حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

کا کلام تو غلط نہیں ہو سکتا۔ پس آپ نے تشریح فرمائی ہے کہ جب میں لَا نَبِیَّ بَعْدِی کہتا ہوں تو اس کے معنے یہ ہیں کہ جس طرح اُس شان اور مرتبہ اور مقام کا قیصر پھر نہیں آئے گا اُسی طرح لَا نَبِیَّ بَعْدِی کا یہ مطلب ہے کہ اُس شان اور مرتبہ اور مقام کا کوئی نبی نہیں آئے گا جو اللہ تعالیٰ نے مجھے عطا فرمایا ہے۔ چنانچہ فتوحاتِ مکیہ میں حضرت محی الدین ابن عربیؒ نے بعینہٖ یہی معنے کئے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں:۔

"فَمَا ارْتَفَعَتِ النُّبُوَّةُ بِالْكُلِّيَّةِ لِهٰذَا
قُلْنَا إِنَّمَا ارْتَفَعَتْ نُبُوَّةُ التَّشْرِيْعِ
فَهٰذَا مَعْنٰى لَا نَبِيَّ بَعْدَهُ فَعَلِمْنَا اَنَّ
قَوْلَهُ لَا نَبِيَّ بَعْدَهُ اَيْ لَا مُتَشَرِّعَ
خَاصَّةً لِاَنَّهُ لَا يَكُوْنُ بَعْدَهُ نَبِيٌّ هٰذَا
مِثْلُ قَوْلِهِ اِذَا هَلَكَ كِسْرٰى فَلَا
كِسْرٰى بَعْدَهُ وَاِذَا هَلَكَ قَيْصَرُ فَلَا
قَيْصَرَ بَعْدَهُ"

(فتوحاتِ مکیہ جلد ۲ باب ۷۳ سوال ۱۵)

کہ نبوت کلی طور پر اٹھ نہیں گئی، اس وجہ سے ہم نے کہا تھا کہ صرف تشریعی نبوت بند ہوئی ہے، یہی معنے ہیں لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ کے۔ پس ہم نے جان لیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

کا لَا نَبِیَّ بَعْدِی فرمانا انہی معنوں میں ہے کہ خاص طور پر میرے بعد کوئی شریعت لانے والا نبی نہ ہوگا کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اور کوئی نبی نہیں۔ یہ بعینہٖ اسی طرح ہے جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب یہ کسریٰ ہلاک ہوگا تو اس کے بعد کسریٰ نہ ہوگا۔ اور جب یہ قیصر ہلاک ہوگا تو اس کے بعد کوئی قیصر نہ ہوگا۔ گویا حضرت ابن عربیؒ اسی حدیث سے استنباط کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ہم پر ثابت ہوگیا کہ جب حضورؐ نے یہ فرمایا ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا تو اس سے مراد یہ ہے کہ خاص نوع اور خاص مرتبہ کا نبی نہیں ہوگا اور اہلِ علم سمجھتے ہیں کہ آپؐ کے بعد صاحبِ شریعت اور صاحبِ قانون نبی نہیں ہوگا۔

سرکاری کتابچہ کی ایک اَور تلبیس

حکومتِ پاکستان کی طرف سے شائع ہونے والے کتابچہ میں ایک اَور دعویٰ کیا گیا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال اور آپ کے ارشادات کو غلط رنگ میں پیش کرنے کے بعد اپنے خیال میں ایک اَور عقلی بُنیاد اُٹھائی گئی ہے جو دراصل نقلی بھی ہے یعنی اس کی سند اپنی طرف سے شریعت سے حاصل کی گئی ہے اگرچہ سند دی کوئی نہیں مگر دعویٰ یہی کیا گیا ہے کہ اس دعویٰ کی بُنیاد قرآن کریم کا مطالعہ ہے۔ یہ حاصل مطالعہ کیا ہے۔

کہتے ہیں کہ:۔

"نئے نبی کی آمد کے بارے میں جب ہم قرآنِ حکیم کی متعلقہ آیات کا بغور مطالعہ کرتے ہیں تو ہم پر یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ کوئی نیا نبی اس وقت مبعوث ہوتا تھا جب سابق نبیوں کی تعلیمات عام طور پر بھلا دی جاتی تھیں یا ان کو مسخ کر دیا جاتا تھا یا ان میں شدید انداز کی آمیزش کر دی جاتی تھی یا زمانی اور مکانی تغیرات کی بناء پر ان میں ترامیم یا تدوینِ نو کی ضرورت لاحق ہو جاتی تھی۔ لیکن حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات حتمی، آفاقی، مکمل اور پوری طرح محفوظ ہیں لہٰذا ان تعلیمات کے ہوتے ہوئے کسی نئے نبی کی آمد کی مطلقاً گنجائش یا ضرورت نہیں ہے" (سرکاری کتابچہ ص۳)

پھر مزید کہتے ہیں:۔

"ایمان رکھنے کا قدرتی حاصل یہ ہے (یعنی ختمِ نبوت پر ایمان رکھنے کا قدرتی حاصل یہ ہے) کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات جامع، حتمی اور مکمل ہیں" (ایضاً)

یہ بالکل درست ہے حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

کی تعلیمات جامع، حتمی اور مکمل ہیں اور یہ بھی درست ہے کہ قرآن کریم کتاب محفوظ ہے اور قرآن کریم میں کوئی تغیر اور کوئی ترمیم نہیں کی گئی، نہ اس میں کچھ بڑھایا گیا اور نہ کم کیا گیا۔ جنہوں نے فرضی دعوے کئے ان کی بات تسلیم ہی نہیں کی گئی اس حد تک یہ درست ہے۔ مگر یہ کہنا بالکل غلط ہے کہ قرآن کریم کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ سوائے ان چار وجوہات کے خدا نے کبھی نبی بھیجا ہی نہیں اور جہاں سے غالباً یہ مضمون لیا گیا ہے اس آیت کا یہ منطوق ہے ہی نہیں۔ اگرچہ اس آیت کا ذکر تو کوئی نہیں کیا گیا لیکن اس مضمون کی قرآنِ کریم میں ایک آیت ہے جس میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰيَةٍ اَوْ نُنْسِهَا نَاْتِ
بِخَيْرٍ مِّنْهَآ اَوْ مِثْلِهَا ۔ (البقرہ آیت: ۱۰۷)

کہ ہمارا ایک قانون ہے ہم کوئی آیت منسوخ نہیں کرتے اَوْ نُنْسِهَا یا اس کو خود نہیں بھلاتے۔ لوگوں کو بھولنے دیتے ہیں مگر ساتھ ہی ایک کام ضرور کر دیتے ہیں نَاْتِ بِخَيْرٍ مِّنْهَا پھر اس سے بہتر لے آتے ہیں کیونکہ خدا تعالیٰ جب ایک دفعہ زمانے کو کوئی چیز عطا کر دیتا ہے تو زمانہ کو کلیۃً اس سے محروم نہیں رکھتا۔ خدا تعالیٰ کی جود و سخا کی عجیب شان ہے، فرماتا ہے جو نعمت ہم انسان کو عطا کر دیتے ہیں اگر اس میں نسخ واقع ہو جائے تو ہم کم سے کم یہ کرتے ہیں کہ پھر اس جیسی ضرور بحال کر

دیتے ہیں لیکن ہماری یہ شان ہے کہ اس سے بڑھ کر لے آتے ہیں۔

پس اس سے تو یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ قرآن کریم مکمل ہو گیا اب یہ ایک کامل کتاب ہے۔ اگر نعوذ باللہ من ذالک قرآن کریم میں نسخ واقع ہو یا قرآنِ کریم کی بعض آیات بھلا دی جائیں تو اللہ تعالیٰ اُن سے بہتر لے آئے گا، یہ نتیجہ تو نکلتا ہے اس سے زیادہ کوئی نتیجہ نہیں نکلتا۔ مگر چونکہ قرآن کریم ایک محفوظ کتاب ہے اس کا بھلانا بھی ان معنوں میں کہ آیات غائب ہو جائیں کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اس لئے قرآن کریم کے بدلے کوئی اور تعلیم نازل نہیں ہو سکتی نہ اُس جیسی اور نہ بہتر آ سکتی ہے۔ کیونکہ قرآن کریم سے بہتر کوئی اور تعلیم ہو نہیں سکتی۔ مگر اُس سے سرکاری کتابچہ میں تلبیس کے ساتھ وہ نتیجہ نکالا گیا جس کا ہم نے اُوپر ذکر کیا ہے۔

خاتم النّبیّین کی پُرمعارف تشریح

جب ہم اس نقطہ نظر سے قرآن کریم کا مطالعہ کرتے ہیں تو بالکل برعکس صورتحال نظر آتی ہے۔ اوّل تو صرف یہ دعویٰ کر دینا کہ "ختمِ نبوت پر ایمان رکھنے کا قدرتی حاصل یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات جامع، حتمی اور مکمل ہیں" یہ ان معنوں میں درست نہیں ہے کیونکہ قرآن کریم میں آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم کی خاتمیت کے علاوہ بھی بکثرت آیات موجود ہیں جن سے وہ نتیجہ نکلتا ہے جو سرکاری کتابچہ کے نتیجہ سے مختلف ہے۔ مثلاً:-

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا ۔ (المائدہ آیت: ۴)

اس میں دین کی تکمیل کا وعدہ کیا گیا۔ ایک اور آیت میں قرآن کریم کی حفاظت کا وعدہ کیا گیا۔ یہ ساری باتیں قرآن کریم میں الگ الگ جگہ مذکور ہیں۔

پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات میں صرف ایک خاتمیت ہی نہیں دوسری صفات بھی ہیں جو قرآن کریم سے بھی ثابت ہیں اور احادیث نبویہؐ سے بھی ثابت ہیں۔

جہاں تک تکمیل کے دعوے کا تعلق ہے ہمارا اور اس دعویٰ کا کوئی اختلاف ہی نہیں ہے۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:-

"یہ دعویٰ قرآن شریف نے آپ کیا ہے کہ اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا ۔ یعنی آج میں نے تمہارے

لئے اپنا دین کامل کردیا۔ اور اپنی نعمت کو تم پر
پُورا کیا۔ اور مَیں نے پسند کیا کہ اسلام تمہارا مذہب
ہو یعنی وہ حقیقت جو اسلام کے لفظ میں پائی جاتی
ہے جس کی تشریح خود خدا تعالیٰ نے اسلام کے لفظ
کے بارہ میں بیان کی ہے۔ اس حقیقت پر تم قائم ہو
جاؤ۔ اس آیت میں صریح یہ بیان ہے کہ قرآن شریف
نے کامل تعلیم عطا کی ہے اور قرآن شریف کا ہی ایسا
زمانہ تھا جس میں کامل تعلیم عطا کی جاتی۔ پس یہ دعویٰ
کامل تعلیم کا جو قرآن شریف نے کیا یہ اسی کا حق تھا۔
اس کے سوا کسی آسمانی کتاب نے ایسا دعویٰ نہیں کیا۔"
(دیباچہ براہین احمدیہ حصّہ پنجم صفحہ ۳ تا ۵)

پس مرکزی رسالہ کی اس عبارت سے جو مَیں نے اُوپر بیان کی ہے یہ ظاہر کرنا کہ نعوذ باللہ من ذالک ان کے پہنائے ہوئے، ان کے بنائے ہوئے معنوں کا انکار کرکے جماعت احمدیہ گویا قرآن کریم کی کاملیت کا انکار کرتی ہے بالکل جھوٹ ہے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام مزید فرماتے ہیں:۔

"خاتم النبیین کا لفظ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر
بولا گیا ہے بجائے خود چاہتا ہے اور بالطبع اس لفظ
میں یہ رکھا گیا ہے کہ وہ کتاب جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

پر نازل ہوئی ہے وہ بھی خاتم الکتب ہو اور سارے
کمالات اس میں موجود ہوں۔" (ملفوظات جلد ۳ صفحہ ۳۶)

کتنا عظیم الشان استنباط ہے۔ قرآن کریم کو کس طرح کامل بیان کیا، فرمایا خاتم کا تقاضا یہ ہے کہ اُس پہ تعلیم بھی خاتم ہی اُترے ورنہ خود خاتم نہیں بن سکتا۔ ان معنوں کے لحاظ سے آپ فرماتے ہیں:۔

"قرآن شریف ایسا معجزہ ہے کہ نہ وہ اوّل مثل اس کا
ہُوا اور نہ آخر کبھی ہوگا۔ اس کے فیوض و برکات کا
در ہمیشہ جاری ہے اور وہ ہر زمانہ میں اسی طرح
نمایاں اور درخشاں ہے جیسا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کے وقت تھا۔" (ملفوظات جلد سوم صفحہ ۵۷)

غرضیکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اَور بھی بہت سے اقتباسات ہیں لیکن سب کا بیان کرنا اس وقت ممکن نہیں۔ جتنا کچھ بیان کیا گیا ہے اس میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے قرآن کریم کی تعریف میں، اس کی تعلیم کے کامل ہونے کی تعریف میں اور اس کے محفوظ ہونے کے بارہ میں بڑی شرح و بسط سے بیان فرمایا اور عقلی اور نقلی دلائل پیش فرمائے حکمتیں بیان کیں کہ کیسے یہ تعلیم کامل ہے اور ثبوت پیش کئے یہ صرف دعویٰ نہیں ہے بلکہ دُنیا کے ہر انسان کو تسلیم کرنا پڑتا ہے تا ہم یہ مضمون چونکہ بہت وسیع

ہے اس لئے میں فی الحال اس کو چھوڑتا ہوں۔

کامل کتاب کی موجودگی میں اُمت کے روگ

جہاں تک اس دعویٰ کا تعلق ہے کہ ان وجوہات کے سوا کہ تعلیم بگاڑی گئی ہو یا کتاب میں تبدیلی کر دی گئی ہو (تب بھی) نبی کوئی آ ہی نہیں سکتا یہ جھوٹ ہے قرآن کریم اس کی کلیۃً نفی کر رہا ہے اور اس کی وجوہات بھی بیان کر رہا ہے چنانچہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے متعلق ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا
مِّنْهُمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ
وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِن
كَانُوا مِن قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ۝

(الجمعۃ آیت : ٣)

کہ خدا تعالیٰ نے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو اُمّیّین سے مبعوث فرمایا وہ انہی میں سے ایک رسول ہے۔ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وہ اُن پر آیات کی تلاوت فرماتا ہے یعنی اس کا ایک کام یہ ہے کہ جو کتاب اس پر نازل ہو رہی ہے اس سے آگاہ کرتا ہے۔ وَيُزَكِّيهِمْ یہ خود مزکّی ہے اس میں تزکیۂ نفس کی طاقت ہے اس لئے لوگوں کو پاک کرتا ہے۔ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ اور

اُن کو کتاب سکھاتا ہے اگر یہ کتاب کی تعلیم نہ دے تو تم اس کو بھلا دو گے۔ تم خود اس کو سمجھ نہیں سکتے۔ وَالْحِكْمَةَ اور اس کی حکمتیں بھی بیان فرماتا ہے۔ اگر محض کتاب کافی ہوتی تو پھر انبیاء کے زمانے میں اتنے جھگڑے چلانے کی ضرورت ہی کوئی نہ تھی۔ خدا تعالیٰ آسمان سے کتاب نازل کر دیتا اور لوگ خود بخود اس کو پڑھ لیتے۔ اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو الواح بنی بنائی مل سکتی ہیں تو ساری قوم کو اکٹھی بھی تو دی جا سکتی تھیں جن سے وہ خود بخود پاک ہو جاتے، وہ خود بخود اس کی تعلیم کو سمجھ جاتے، اس کی حکمتیں جان لیتے مگر ایسا نہیں ہوا نہ ہوتا ہے۔ اگر آج بھی یہ لوگ اس حقیقت سے انکار کرتے ہیں تو موجودہ زمانہ کے مسلمان کا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے مسلمان سے مقابلہ تو کر کے دیکھیں۔ خود کہتے ہیں کہ کتاب اسی طرح موجود ہے اس میں ذرہ بھر تبدیلی نہیں ہوئی، ہم بھی کہتے ہیں ہاں ٹھیک ہے اُسی طرح موجود ہے، ظاہری طور پر اس میں ذرہ بھر تبدیلی نہیں ہوئی لیکن کیا مسلمان وہی ہیں؟ کیا فرق ہے؟ وہ عظیم الشان مزکّی نہیں رہا اس شان کا مزکّی کبھی پیدا نہیں ہوا تھا نہ کبھی پیدا ہو سکتا ہے۔ وہ معلّم کتاب و حکمت نہیں رہا۔ یہ محرومیاں ہیں جو اُمّت کو روگ کی طرح لگ گئی ہیں۔ یہی ایک محرومی ہے جس نے اُمّت سے ہر فضیلت چھین لی کیونکہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے رفتہ رفتہ دُوری نے آخر یہ اثر دکھانا تھا اور اس مقام تک

اُمّت نے بہرحال پہنچایا تھا۔ اگر کتاب ہی قرآنِ کافی ہوتی تو پھر آج ہم اُمّتِ مُسلمہ کا یہ نقشہ نہ دیکھتے۔

تاریخِ انبیاءؑ کے چند اسباق

پھر قرآن کریم جو تاریخ پیش کرتا ہے وہ بھی اس سرکاری رسالہ کے اس دعویٰ کو بالکل جھٹلا رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے حضرت موسیٰ علیہ السّلام کے متعلق کہ:۔

ثُمَّ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ تَمَامًا عَلَى
الَّذِيْٓ اَحْسَنَ وَتَفْصِيْلًا لِّكُلِّ شَيْءٍ وَّ
هُدًى وَّرَحْمَةً لَّعَلَّهُمْ بِلِقَآءِ رَبِّهِمْ
يُؤْمِنُوْنَ ۝ (الانعام : ۱۵۵)

اور پھر فرماتا ہے:۔

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ وَقَفَّيْنَا
مِنْۢ بَعْدِهٖ بِالرُّسُلِ وَاٰتَيْنَا عِيْسَى ابْنَ
مَرْيَمَ الْبَيِّنٰتِ وَاَيَّدْنٰهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ ؕ
اَفَكُلَّمَا جَآءَكُمْ رَسُوْلٌۢ بِمَا لَا تَهْوٰٓى
اَنْفُسُكُمُ اسْتَكْبَرْتُمْ فَفَرِيْقًا
كَذَّبْتُمْ وَفَرِيْقًا تَقْتُلُوْنَ ۝

(البقرۃ آیت : ۸۸)

فرمایا ہم نے موسیٰؑ کو کتاب عطا فرمائی اور کتاب کے بعد

مسلسل پے در پے رسول بھیجے اور عیسیٰ ابن مریم کو بھی بیّنات عطا کیں اور رُوح القدس سے اس کی مدد فرمائی۔ پس کیا جب کبھی بھی کوئی رسول تمہارے پاس آیا جسے تم پسند نہیں کرتے تھے جن کی باتوں کو تم نے بر وقت تکبّر سے ٹھکرا دیا اور اس کے خلاف سرکشی کی راہ اختیار کی۔ پس جب کبھی کوئی ایسا رسول آیا اور تم نے تکبّر اختیار کیا۔ مطلب ہے اَفَكُلَّمَا جب ہمیشہ ایسا ہوا تو کیا یہ جائز تھا تمہارے لئے؟۔ یہ سوالیہ نشان یہ معنے رکھتا ہے کہ پس جب کبھی تمہارے پاس کوئی رسول آیا اور تم نے تکبّر سے اُسے رَدّ کر دیا اس وجہ سے کہ تم اُسے پسند نہیں کرتے تو پھر کیا ہوا فَفَرِيْقًا كَذَّبْتُمْ اُن میں سے بعض کو تم نے جھٹلا دیا وَفَرِيْقًا تَقْتُلُوْنَ اور بعض کو تم نے قتل کر دیا۔

اب حضرت موسیٰ علیہ السّلام کے متعلق ہم جانتے ہیں کہ آپ پر تورات نازل ہوئی۔ آپ پہلے نبی بنائے گئے پھر آپ کی درخواست پر حضرت ہارونؑ کو نبی بنایا گیا۔ کیا حضرت موسیٰ علیہ السلام پر تورات کے نزول اور حضرت ہارون کے نبی بنائے جانے کے درمیان جو تھوڑا سا وقفہ تھا اس میں تورات میں تحریف ہو گئی تھی؟ کلامِ الٰہی کو بدل دیا گیا تھا یا حضرت موسیٰ علیہ السلام اس تعلیم کو قبول کئے تھے کوئی ایک بھی وجہ موجود نہیں جو کتابچے میں بیان کی گئی ہے۔

پھر حضرت داؤد علیہ السلام تشریف لائے۔ اگر یہ کہیں کہ

حضرت موسیٰؑ اور حضرت داؤدؑ کے زمانہ میں تو وقفہ تھا اور حضرت
داؤدؑ اس وقت آئے جب کہ تحریف ہو چکی تھی تو حضرت سلیمانؑ
اور حضرت داؤدؑ کے زمانہ میں کونسا وقفہ تھا۔ حضرت داؤدؑ کے
بعد حضرت سلیمانؑ کو کیوں نبی بنایا گیا۔ زبور میں کونسی تحریف کر
دی گئی تھی۔ حضرت داؤدؑ کی زندگی میں اور کونسی تحریف اُس
اصلاح کے بعد کر دی گئی تھی جو حضرت داؤدؑ نے پرانے عہد نامے
میں کر دی تھی بالکل لغو اور بے معنی خیال ہے۔ اس دعویٰ کی کوئی
بھی حقیقت نہیں ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دَور کی طرف جائیے۔ آپؑ کے
بعد آپ کے بیٹے کو نبی بنایا گیا اور اُن دونوں کے درمیان کونسا
وقفہ تھا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی کونسی تعلیم کو مٹا دیا گیا یا
بھلا دیا گیا یا تبدیل کر دیا گیا تھا کہ آپ کے بعد حضرت اسحاق
علیہ السلام کی ضرورت پیش آگئی۔ اور پھر بقول سرکاری کتابچہ وہی
ظلم کہ حضرت اسحاقؑ نے ابھی آنکھیں بند نہیں کی تھیں کہ آپؑ کی
قوم نے آپ کی تعلیم کو بھی بگاڑ دیا۔ نعوذ باللہ من ذالک اور پھر
حضرت اسحاقؑ کے بعد حضرت یعقوبؑ کی ضرورت پیش آگئی اور
پھر وہی ظلم کہ حضرت یعقوبؑ ابھی زندہ تھے کہ اُن کی تعلیم بگاڑ
دی گئی اور حضرت یوسفؑ کی ضرورت پیش آگئی۔ پس اس کتابچہ
میں جتنے دعوے کئے گئے ہیں سارے ہی جھوٹے اور بے بنیاد

ہیں۔ محض لفاظی ہے۔ قرآن کریم کی طرف بے دھڑک غلط باتیں
منسوب کی گئی ہیں۔ اس سے زیادہ اس کتابچہ کی اور کوئی حقیقت
نہیں ہے۔

موجودہ زمانہ میں مصلح ربّانی کی ضرورت

پس جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ قرآن کریم
غیر مبدّل ہے ہم بھی یہی کہتے ہیں کہ غیر مبدّل ہے۔ لیکن یہ کہنا کہ
غیر مبدّل ہونے کی وجہ سے کسی مصلح کی ضرورت نہیں، کسی نبی کی
ضرورت نہیں، کسی اصلاح کرنے والے مزکّی کی ضرورت نہیں، کسی
تعلیم دینے والے کی ضرورت نہیں، کسی حکمتیں سکھانے والے کی ضرورت
نہیں، اس دعویٰ کو قرآن کریم ردّ کر دیتا ہے۔ چنانچہ قرآن کریم کی
زبان میں سنیئے کہ کیا وقت آنے والا تھا اور اُمّتِ محمدیہ نے اس
قرآن کریم سے کیا سلوک کرنا تھا۔ سورہ فرقان میں اللہ تعالیٰ فرماتا
ہے:-

وَقَالَ الرَّسُوْلُ يٰرَبِّ اِنَّ قَوْمِي اتَّخَذُوْا
هٰذَا الْقُرْاٰنَ مَهْجُوْرًا (آیت: ۳۱)

کتنا دردناک شکوہ ہے جو اپنی ہی اُمت کے بعد کے آنے
والوں کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرمائیں گے۔ آنحضورؐ
اپنے رب سے عرض کریں گے کہ اے میرے آقا! کس قدر ظلم ہُوا
ہے لوگوں نے اس قرآن کو مہجور کی طرح چھوڑ دیا ہے۔ ایک

اُمّت کے نبی کو ایک اُمّت سے کتنا دردناک شکوہ ہے مگر سیّد
وُلدِ آدم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم جن کی عظمتِ شان کا
یہ عالم تھا کہ آپ سارے انبیاء کی رُوح اور سارے انبیاء کی شوکت
تھے، اس کامل کتاب کے متعلق آپ خدا کے حضور یہ شکوہ عرض کریں
گے۔ اور اس آیت کی تشریح کیا ہے؟ لوگ اس قرآن کو کیسے
چھوڑ دیں گے؟ اس کے متعلق بھی خود آنحضورؐ کی زبان سے
سُنیئے۔ فرماتے ہیں:-

يَأْتِيْ عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ لَا يَبْقٰى مِنَ
الْإِسْلَامِ إِلَّا اسْمُهٗ وَلَا يَبْقٰى مِنَ
الْقُرْآنِ إِلَّا رَسْمُهٗ۔

(مشکوٰۃ کتاب العلم و فروع کافی جلد ۳
کتاب الروضہ)

کہ افسوس لوگوں پر ایسا زمانہ آنے والا ہے کہ اسلام کا فقط
نام باقی رہ جائے گا اور قرآن صرف تحریر کی صورت میں نظر آئے گا،
میری اُمّت کے اندر اعمال کی شکل میں حسین اعمال کی صورت میں،
میری اُمّت کی رگوں میں دوڑتے ہوئے خون کی صورت میں تم اس کو نہیں
دیکھو گے۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام
کی آمد سے پہلے یہ واقعہ گزر چکا تھا؟ کیا واقعۃً قوم قرآن کریم کو

مہجور کی طرح چھوڑ چکی تھی؟ اگر چھوڑ چکی تھی تو سرکاری کتابچہ کے
اس سارے دعوے کی بنیاد ہی ہاتھ سے نکل جاتی ہے کہ قرآن
موجود ہے اور بغیر تبدیلی کے موجود ہے اب کسی معلم کی کیا ضرورت ہے۔
سُنیئے نواب نور الحسن خان صاحب جن کا زمانہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ
والسلام کے زمانہ سے ملتا ہے فرماتے ہیں:-

"اب اسلام کا صرف نام، قرآن کا فقط نقش باقی
رہ گیا ہے۔ مسجدیں ظاہر میں تو آباد ہیں لیکن ہدایت
سے بالکل ویران ہیں۔ علماء اس اُمّت کے بدتر ان کے
ہیں جو نیچے آسمان کے ہیں۔ انہیں سے فتنے نکلتے ہیں
انہیں کے اندر پھر کر جاتے ہیں۔" (اقتراب الساعۃ صفحہ ۱۲)

اور مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ
والسلام کی بعثت کے بعد بھی اقرار کرتے ہیں اور بعینہٖ انہی الفاظ میں
اقرار کرتے ہوئے لکھتے ہیں:-

"سچی بات یہ ہے کہ ہم میں سے قرآن مجید بالکل اُٹھ چکا
ہے۔ فرضی طور پر ہم قرآن مجید پر ایمان رکھتے ہیں، مگر
واللہ دل سے اسے معمولی اور بہت معمولی اور بے کار
کتاب جانتے ہیں۔"

(اخبار اہلحدیث ۱۴/ جون ۱۹۱۲ء صفحہ ۴)

آج کل کے مسلمان جن میں قرآن کریم موجود تھا اور سرکاری کتابچہ

کے دعویٰ کے مطابق ہر قسم کی تبدیلی کے بغیر موجود تھا اور ہم بھی سمجھتے ہیں کہ یہ لفظاً بھی بالکل درست ہے لیکن جہاں تک اس کے سمجھنے اور سمجھانے کا تعلق ہے اور قرآن کریم سے فیضیاب ہونے کا تعلق ہے ، سرکاری کتابچہ کا دعویٰ بالکل جھوٹا اور بے بنیاد ہے ۔ اگر کسی کو یقین نہ آئے تو وہ مولانا ابوالکلام آزاد کا تبصرہ پڑھ لے کہ انہوں نے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمّت کو کس حال میں دیکھا ۔ وہ اُمّت جو حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب ہونے کا دعویٰ کرتی ہے اس کے متعلق ابوالکلام آزاد لکھتے ہیں :-

"ان میں سے کوئی نحوست (بہت سی نحوستیں پہلے بیان کرچکے ہیں) اور بلا کی ایسی نہیں ہے جو مسلمانوں پر نہ چھا چکی ہو ۔ اور کوئی گمراہی نہیں جو اپنے کامل سے کامل اور شدید سے شدید درجہ تک اس اُمّت میں بھی نہ پھیل چکی ہو"

اس بات کو نہ بھولئے کہ ابوالکلام آزاد صاحب مجلس احرار کے گرو سمجھے جاتے ہیں ۔ کانگرس نے جب مجلس احرار پیدا کی ہے تو بیچ میں اصل واسطہ یہی تھے ۔ چنانچہ یہی مولانا صاحب مزید لکھتے ہیں :-

"اہلِ کتاب نے گمراہی کے جتنے قدم اٹھائے تھے گن گن کر مسلمانوں نے بھی وہ سب اُٹھائے حتّٰی کہ لَوْ دَخَلُوْا جُحْرَ ضَبٍّ لَدَخَلْتُمُوْہُ

کا وقت بھی گذر چکا "

یعنی وہ وقت بھی گذر چکا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق ظہور پذیر ہونا تھا کہ اگر تم سے پہلے یہود اور اہلِ کتاب گوہ کے سوراخ (بل) میں داخل ہوتے تھے تو تم بھی ضرور اس میں داخل ہوگے گویا تم یہود و نصاریٰ کی پیروی میں انتہا کردو گے ۔

پھر فرماتے ہیں :-

"ہماری جانیں اور ہماری روحیں اس صادق مصدوق پر قربان کہ واقعی اور سچ مچ مسلمان مشرکوں سے ملحق ہوگئے اور دین توحید کا دعویٰ کرنے والوں نے بت پرستی کی ساری ادائیں اور چالیں اختیار کرلیں اور جس لات اور عزّیٰ کی پوجا سے دنیا کو نجات دلائی گئی تھی اُسی کی پوجا پھر سے شروع ہوگئی "

(تذکرہ صفحہ ۲۷۵ مؤلفہ ابوالکلام آزاد ناشر کتابی دنیا لاہور تاریخ تالیف اکتوبر ۱۹۱۹ء)

پس کتاب تو موجود ہے پھر یہ کیا بپتا گذر گئی ، یہ کیا قیامت ٹوٹ پڑی کہ جس لات اور عزّیٰ سے نجات دلائی گئی تھی اُسی کی پرستش پھر شروع ہوگئی ۔ وہ تمام بلائیں اور وہ تمام لعنتیں جن کا مولانا آزاد ذکر کرتے ہیں آج اُمّت میں بدرجہ کمال رائج ہوچکی ہیں ۔ کیا کمی ہے ؟ ظاہر ہے خدا کی طرف سے بھیجے ہوئے کی

کی ہے۔ آسمانی مزکّی کی کمی ہے۔ اُس مُصلح کی کمی ہے جس کی پُشت پہ خدا کھڑا ہوتا ہے جسے اپنے حکم سے بھیجتا ہے اور اپنے نُور سے بصیرت عطا فرماتا ہے اُسے تائید اور نصرت سے نوازتا ہے اور بگڑی ہوئی قوم کے حالات کو بدلنے کی طاقت اور قوت بخشتا ہے۔

اور ایک اور مفکرِ اسلام (یعنی مخالفینِ احمدیت کے نزدیک جو مفکرِ اسلام ہیں) علامہ اقبال ہیں۔ ان کے نزدیک اُمّتِ محمدیہ کو کہا تو اُمّتِ محمدیہ ہی جاتا ہے لیکن بڑا دُکھ ہوتا ہے کیونکہ اچھی چیز تو اچھے کی طرف منسوب کرتے ہوئے مزہ آتا ہے جب بُری بات ہو رہی ہو تو اس کا ذکر کرنے کو بالکل دل نہیں چاہتا غالباً اسی لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب بگڑے ہوئے علماء کا ذکر فرمایا تو فرمایا عُلَمَاءُ هُمْ شَرُّ مَنْ تَحْتَ اَدِيْمِ السَّمَاءِ ان لوگوں کے علماء ـــ میرے نہیں۔ لیکن جہاں اپنے علماء کی بات کی وہاں فرمایا عُلَمَاءُ اُمَّتِيْ كَاَنْبِيَاءِ بَنِيْ اِسْرَائِيْلَ ـ پس اس مضمون کے تابع مجھے بہت تکلیف پہنچتی ہے جب یہ کہتا ہوں کہ اُمّتِ محمدیہ کا یہ حال ہے تو اس لئے یہ کہنا پڑتا ہے کہ آجکل کے مسلمان گو دیانت داری سے اُمّتِ محمدیہ کی طرف منسوب ہوتے ہوں گے اور اُن کی خواہش بھی یہی ہوتی ہوگی لیکن بدقسمتی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے فیض نہ پا سکے چنانچہ علامہ اقبال نے لکھا ؎

شور ہے ہوگئے دُنیا سے مسلماں نابود

اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ کہتے ہیں شور ہے کیا سچ ہے یا شور۔ فرماتے ہیں :۔

ہم یہ کہتے ہیں کہ تھے بھی کہیں مُسلم موجود

کہتے ہیں مسلمان ایسے مفقود ہوئے کہ گویا کبھی تھے ہی نہیں، مفکرِ اسلام فرما رہے ہیں۔ پھر تم کیا ہو، خود ہی کہتے ہیں ؎

وضع میں تم ہو نصاریٰ تو تمدّن میں ہنود
یہ مسلماں ہیں جنہیں دیکھ کے شرمائیں یہود
یُوں تو سیّد بھی ہو مرزا بھی ہو افغان بھی ہو
تُم سبھی کچھ ہو بتاؤ تو مسلمان بھی ہو

("جوابِ شکوہ"۔ بانگِ درا طبع اوّل ستمبر ۱۹۲۴ء
طبع دوازدہم اگست ۱۹۴۸ء صفحہ ۲۲۶)

اب یہ لوگ کیا کریں گے۔ قرآن کی بات نہیں مانی حدیث کی بات نہیں مانی۔ اس مفکرِ اسلام کی تو ماننی پڑے گی۔

آپ سُنیئے مولوی مودودی صاحب جنہیں موجودہ حکومت میں عظیم مرتبہ حاصل ہے۔ وہ خود تو فوت ہو چکے ہیں مگر مودودیت تو کسی طرح چل رہی ہے اور ان پر موجودہ حکومت کی بڑی نوازشیں ہیں وہ فرماتے ہیں :۔

"خدا کی شریعت میں کوئی ایسی چیز نہیں ہے جس کی بناء پر اہلحدیث، حنفی، دیوبندی، بریلوی"

شیعہ سُنّی وغیرہ الگ الگ اُمتیں بن سکیں، یہ اُمتیں
جہالت کی پیدا کی ہوئی ہیں۔"

(خطبات حصہ چہارم)

اور عجیب بات یہ ہے کہ منہ سے جو کچھ کہتے ہیں امرِ واقعہ کے طور پر اس کو خود تسلیم نہیں کرتے۔ یہ کہنا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی قسم کا کوئی نبی نہیں آئے گا۔ دو طرح سے کہا جاسکتا ہے اوّل یہ کہ وہ ضرورت ہی کبھی پیدا نہیں ہوگی جس کے پیشِ نظر انبیاء آیا کرتے ہیں اور یہی دعویٰ سرکاری کتابچہ میں کیا گیا ہے اور یہ بات میں نے قرآن کریم سے اور خود ان کے مسلّمات سے غلط ثابت کر دی ہے۔ دوسرے یہ کہا جا سکتا ہے کہ ضرورت تو پیدا ہوگی مگر خدا نہیں بھیجے گا اور یہ خدا تعالیٰ پر اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک ایسا افتراء ہے جس سے بڑا افتراء اور کوئی نہیں ہو سکتا۔ اس سے تو یہ نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ آنحضورؐ رحمتوں کے لئے روک بن کر آئے تھے نعوذ باللہ من ذالک۔ حالانکہ امرِ واقعہ یہ ہے کہ آپؐ لعنتوں کے لئے روک بن کر آئے تھے، لعنتوں کے دروازے بند کرنے آئے تھے اور رحمتوں کے دروازے جاری کرنے گئے تھے لیکن سرکاری کتابچہ کا تصوّر یہ کہتا ہے کہ لعنتوں کے دروازے بے شک جاری رہیں، جتنے مرضی دجّال آئیں، تیس کیا تیس ہزار بھی آجائیں تو سو بسم اللہ شوق سے آتے چلے جائیں، ہاں خدا کا بھیجا ہوا نہ آئے، اُسے ہم برداشت نہیں

کر سکتے۔ مصلحِ ربّانی آئے تو اس سے تکلیف پہنچتی ہے۔ اس کا کیا کام ہے، بگڑے ہوئے لوگوں کی اصلاح کرنا۔

صدومؔ کی بستی کا احتجاج

پس سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کسی مصلحِ ربّانی کی ضرورت ہے یا نہیں اور اگر ضرورت ہے اور پھر بھی تم کہتے ہو کہ نہیں آئے گا تو پھر اُمّتِ محمدیہ پر اس سے بڑا الزام نہیں لگایا جا سکتا۔ مولوی ابوالاعلیٰ مودودی صاحب کی زبانی ضرورت کا حال سنیئے، فرماتے ہیں:۔

"اکثر لوگ اقامتِ دین کی تحریک کے لئے کسی ایسے مردِ کامل کو ڈھونڈتے ہیں جو ان میں سے ایک ایک کے تصوّرِ کمال کا مجسمہ ہو۔ دوسرے الفاظ میں یہ لوگ دراصل نبی کے طالب ہیں اگرچہ زبان سے ختمِ نبوّت کا اقرار کرتے ہیں اور کوئی اجرائے نبوّت کا نام بھی لے تو اس کی زبان گدّی سے کھینچنے کے لئے تیار ہو جائیں۔"

(ترجمان القرآن دسمبر ۱۹۴۲ء صفحہ ۴ تا ۶)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں ؎

دل ہمارے ساتھ ہیں گو منہ کریں بک بک ہزار

خدا کی قسم دل ہمارے ساتھ ہیں۔ زبانیں تکرار سے تھکا جتنے کہہ رہا ہے۔ خود وہ لوگ جو ہماری زبانیں گدّی سے کھینچنے کے لئے ہر وقت آمادہ رہتے ہیں اُن کے دل پکار رہے ہیں کہ نبی سے کم مرتبہ والا

اُن کی اصلاح نہیں کرسکتا۔ ایسے مفاسد تو دُنیا میں کبھی دیکھے نہیں گئے تھے جیسے آج دیکھے گئے ہیں. قرآن کریم کی تاریخ کے مطابق تو لوگوں میں ادنیٰ ادنیٰ سی کمزوری آئی تو خدا نے نبی بھیج دیا۔ ماپ تول کے معیار بگڑے تول دینے کے پیمانے اُور ہوئے اور لینے کے اَور ہُوئے تو خدا نے نبی بھیج دیا۔ اموال میں غلط تصرّفات ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے نبی بھیج دیا۔ ہم جنس کے تعلقات کی خرابی پیدا ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے نبی بھیج دیا۔ غرض ہر چھوٹی سے چھوٹی رُوحانی بیماری پر خدا کے نبی آتے رہے اور وہی اصلاح کرتے رہے. باوجود اس کے کہ اُس سے پہلے کتابیں موجود تھیں پھر یہ حالت کیا بگڑی یہ کیا واقعات ہوگئے کہ آج زمانہ میں ہر وہ رُوحانی بیماری موجود ہے جس بیماری کا کوئی انسان تصوّر کرسکتا ہے مگر مصلح ربّانی سے انکار ہے اس پر تو مجھے انگلستان کے ایک صاحبِ دانش کا وہی قول یاد آجاتا ہے کہ۔۔۔

"آج جو کچھ مَیں دیکھ رہا ہوں وہ ساری باتیں ترک کردو جس بیماری کو لواطت یا ہم جنس سے تعلقات کہا جاتا ہے اگر صرف اسی کو دیکھا جائے تو اگر آج خدا کی طرف سے کوئی اصلاح کے لئے نہ آیا تو قیامت کے دن صدوم کی بستی جہاں حضرت لُوط علیہ السّلام آئے تھے وہ خدا کا گریبان پکڑے گی کہ اَے خدا! ہم سے لاکھوں گنا زیادہ یہی بدمعاشی دُنیا میں ہوئی اور تُو نے کسی کو نبی بنا کر نہیں بھیجا اور ان کو ہلاک نہیں کیا لیکن اَے خُدا! تُو نے ہمیں کیوں ہلاک کردیا اُسی جُرم کے نتیجہ میں"

پس ایک جُرم کی کیا بات ہے ہزاروں لاکھوں نئے نئے جُرم ایجاد ہونے لگے ظُلم اور سفّاکی کی نئی نئی راہیں اور نئی نئی ترکیبیں دُنیا میں ایجاد کی گئیں اور جاری کی گئیں اور ابھی یہ لوگ کہتے ہیں خدا کی طرف سے کسی آنے والے کی ضرورت نہیں ہاں دجّال آئیں تو سو بسم اللہ پر اللہ کا نبی نہ آئے آسے ہم برداشت نہیں کرسکتے۔

ظہورِ مہدی کی انتظار

ابو الکلام آزاد صاحب اپنے زمانہ میں امام مہدی کے لئے شدید انتظار کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

"اگر ان میں سے کسی بزرگ کو چند لمحوں کے لئے قوم کی حالتِ زار پر کبھی توجہ بھی ہوتی تھی تو یہ کہہ کر خود اپنے اور اپنے معتقدین کے دلوں کو تسکین دے دیتے تھے کہ اب ہماری اور تمہاری کوششوں سے کیا ہو سکتا ہے؟ اب تو قیامت قریب ہے اور مسلمانوں کی تباہی لازمی ہے، سارے کاموں کو امام مہدیؑ کے نکلنے کی انتظار میں ملتوی کر دینا چاہیئے۔ اس وقت ساری دُنیا خود بخود مسلمانوں کے لئے خالی ہوجائے گی" (تذکرہ طبع دوم صفحہ ۱)

اسی طرح شیعوں کی ایک معتبر کتاب میں لکھا ہے :-

" اگر کسی وقت میں نوع انسانی معلّم رُوحانی کی محتاج
تھی تو اب بھی ہے الّا یہ کہہ دیا جائے کہ کبھی انسان
محتاج پیغمبر و امام و معلّم رُوحانی نہ تھا (کہتے ہیں سوائے
اس کے کہ یہ کہو کہ کبھی بھی انسان کو کسی خدا کے بھیجے ہوئے
کی ضرورت نہیں تھی اگر کبھی تھی تو آج بھی ہے) اور
بعثت معلمین الٰہی معاذ اللہ فضول اور لغو ہے۔ (اگر یہ
کہہ دو تو پھر بیشک چھٹکارا حاصل کر لو) ورنہ جو اوّل
ضرورت کو تسلیم کرتا ہے وہ اب بھی کر چکا جو پہلے انبیاء و
اوصیاء و ائمہ کو مانتا ہے وہ اب بھی مانے گا اور وجود امام
کو تسلیم کرے گا۔ وجود امام آخر الزمان کا منکر تمام انبیاء و
اوصیاء کا منکر ہے اور یہی قول پیغمبر سے بھی ثابت ہے۔"

(الصراط السوی صفحہ ۴۵ ، ۴۶)

لیکن ایک مفکر اسلام کے بغیر تو یہ بات نہیں مانیں گے اس لئے اب ہمیں " مفکرِ اسلام " کا حوالہ تلاش کرنا پڑے گا۔ تو اس کے لئے کافی محنت کرنی پڑی ۔

اقبال نامہ حصہ اوّل خط بنام سراج دین صاحب پال کے صفحہ ۴۷ پر " مفکرِ اسلام " کا یہ قول درج ہے :-

" کاش کہ مولانا نظامی کی دُعا اس زمانے میں مقبول

ہو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلّم پھر تشریف لائیں
اور ہندی مسلمانوں پر اپنا دین بے نقاب کریں "

یعنی محمد مصطفیٰؐ کے آئے بغیر اب اسلام کا احیاء ممکن نہیں ہے ۔ وہ اور دین تھا جو آپؐ لے کے آئے تھے یہ اور دین ہے جس کے تصوّر میں یہ لوگ بس رہے ہیں اب تو آپؐ ہی تشریف لائیں تبھی ممکن ہے کہ سچے دین کا دُنیا کو پتہ چلے " مفکرِ اسلام " نے کبھی تو کوئی سچی بات کرنی ہی تھی نا ! سو کر دی ہے ۔ اس لئے سچی بات کہی ہے کہ قرآن کریم میں بعینہٖ یہی بات درج ہے ۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

هُوَ الَّذِيْ بَعَثَ فِي الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا
مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ
وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاِنْ كَانُوْا
مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝ وَّاٰخَرِيْنَ
مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ ؕ وَهُوَ الْعَزِيْزُ
الْحَكِيْمُ ۝ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ
يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ۝

(الجمعۃ آیت ۳ تا ۵)

وہی خدا ہے جس نے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلّم کو اُمّیّین میں سے رسول بنا کر بھیجا۔ جس نے اُن میں آیات کی تلاوت کی، ان کا تزکیہ نفس کیا اور علم و حکمت کے جام ان کو پلائے حالانکہ اس سے

جن میں محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم دوبارہ آئیں گے وہ بھی ان جیسے ہو چکے ہوں گے۔ چنانچہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت سلمان فارسیؓ کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر جواباً فرمایا:۔

"لَوْ کَانَ الْاِیْمَانُ بِالثُّرَیَّا لَنَالَہٗ رِجَالٌ
مِنْ ھٰٓؤُلَآءِ۔

ایک اور روایت میں ہے:۔

لَوْ کَانَ الْاِیْمَانُ بِالثُّرَیَّا لَنَالَہٗ رَجُلٌ
مِنْ ھٰٓؤُلَآءِ۔

کہ اگر ایمان ثریا پر بھی چلا گیا تو یہ سلمانؓ فارسی کے ہم قوم لوگوں میں سے ہوں گے کچھ، جو اسے دوبارہ کھینچ کر لے آئیں گے یا ایک مردِ عظیم ایسا ہوگا جو اسے دوبارہ کھینچ کر لے آئے گا۔ یعنی یہ اٰخَرِیْنَ مِنْھُمْ کون ہیں؟ اُس زمانہ کے لوگ جب ایمان ثریا پر جا چکا ہوگا تو کیا نعوذ باللہ من ذالک حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایسا ہو سکتا تھا؟ آپؐ تو فرماتے ہیں کہ اگلی تین نسلیں روشنی کی نسلیں ہونگیں، میرا نُور ایسا نہیں جو اچانک نظر سے غائب ہو جائے، دُنیا کا سورج بھی تو اچانک غائب نہیں ہُوا کرتا اس کے ڈوبنے کے بعد بھی کچھ شفق رہتی ہے لیکن میں اس شان کا آفتاب ہوں کہ میرے جانے کے بعد تین صدیوں تک وہ شفق باقی رہے گی اور تم اس نُور کو دیکھتے رہو گے، پھر اندھیرے

کا زمانہ آئے گا۔ اُس وقت بھی کوئی نہیں آئے گا یہاں تک کہ وہ رات گہری ہو جائے گی اور یوں محسوس ہوگا کہ گویا ایمان دُنیا سے اُٹھ چکا ہے، دُنیا مہجور ہو گئی ہے، کلّیۃً نُور آسمان پر جا رہا ہے۔ اَب یہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے آخرین کیسے ہوگئے؟ یہ تو لازماً بہت دُور کے آخرین ہیں۔ اُس زمانہ کے آخرین ہیں جس زمانہ کے متعلق مفکرِ اسلام لکھ رہا ہے:۔

"کاش کہ مولانا نظامی کی دُعا اس زمانہ میں مقبول ہو
اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پھر تشریف لائیں
اور ہندی مسلمانوں پر اپنا دین بے نقاب کریں"۔

کیا وہ سلوک کروانے کے لئے تم سے جو تم ان کے غلام سے کر رہے ہو۔ نعوذ باللہ من ذالک۔

پروفیسر میکنزی اپنی کتاب انٹروڈکشن ٹو سوشیالوجی INTRODUCTION TO SOCIALOGY کے آخری دو پیراگرافس میں ایک بات لکھتے ہیں، بڑی دلچسپ بات ہے، کہتے ہیں:۔

"کامل انسانوں کے بغیر سوسائٹی معراجِ کمال پر نہیں پہنچ سکتی اور اس غرض کے لئے محض عرفان اور حقیقت آگاہی کافی نہیں بلکہ ہیجان اور تحریک کی قوت بھی ضروری ہے ۔۔۔۔۔ ہمیں معلّم بھی چاہیئے اور پیغمبر بھی ۔۔۔۔۔ غالباً ہمیں ایک نئے مسیح کی

ضرورت ہے ..... اس عہد کے پیغمبر کے لئے ضروری ہے کہ وہ اس ہنگام زار میں وعظ و تبلیغ کرے۔"

یہ تو غیر مُسلم ہے یہ تو منکرِ اسلام نہیں ہے اس کو مَیں نے کیوں چُن لیا ہے مَیں ابھی بتاتا ہوں۔

علامہ اقبال نے اپنے خط محررہ ۲۴ر جنوری ۱۹۲۱ء بنام ڈاکٹر نکلسن (جن نے "اسرارِ خودی" کا انگریزی میں ترجمہ کیا تھا) میں ان دو پیراگرافس کو لفظ بلفظ نقل کر کے لکھا کہ:۔

"پروفیسر میکنزی کی کتاب INTRODUCTION TO SOCIALOGY کے یہ دو آخری پیراگراف کس قدر صحیح ہیں۔"

کہتے ہیں HOW TRUE کتنی سچی بات کر گیا ہے ڈاکٹر میکنزی اس زمانہ میں ہمیں پیغمبر کی ضرورت ہے اور پیغمبر ہی کی نہیں ایک مسیح کی ضرورت ہے۔ مفکرِ اسلام اس کی بھی تائید کرتا ہے اور کس حسرت سے کہتا ہے کیا بات ہے کیا عُمدہ بات ہے گویا کاش یہ مَیں نے کہی ہوتی!۔

سرکاری کتابچہ کا ہیر پھیر

اب سُنئیے ایک اور قصّہ ان کا۔ عجیب کتابچہ لکھا ہے انہوں نے۔

کہتے ہیں:۔

"رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے بعد اگر کسی شخص نے نبوّت کا دعویٰ کیا ہے تو اُسے مسلمانوں نے بے درنگ کاذب اور مرتد گردانا ہے اور پُوری اُمّت نے کبھی کسی ایسے شخص کے ساتھ بحث و تمحیص کو ضروری نہیں سمجھا نہ ہی گوارا کیا ہے۔ یہ ثبوت ہے اس بات کا کہ حضرت مرزا صاحب اپنے دعویٰ میں جھوٹے ہیں۔"

اور پھر کہتے ہیں کہ:۔

"گزشتہ چودہ سو سال کے دوران خاتم النّبیّین کی کی تمام دُنیا میں مُسلّمہ تشریح اور تفسیر یہ رہی ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم خدا کے آخری نبی تھے اور ان کے بعد کوئی اور نبی نہیں آئے گا۔ اور اسی غیر متزلزل عقیدے کی بنیاد پر وہ ہر ایسے آدمی کے خلاف صف آرا رہے جس نے نبی ہونے کا دعویٰ کیا، زمانۂ بعد میں اسلام کی پُوری تاریخ کے دوران اُمّتِ مُسلمہ نے ایسے کسی آدمی کو کبھی معاف نہیں کیا جس نے نبوّت کا دعویٰ کیا ہو۔"

وہ کہتے ہیں چونکہ یہ واقعہ گذرا ہے اس سے ثابت ہوا کہ کوئی نبی نہیں آسکتا نیز ان کے نزدیک اس سے ثابت ہوا کہ نعوذ باللہ حضرت مسیح موعود علیہ الصّلوٰۃ والسّلام اپنے دعویٰ میں جھوٹے ہیں۔ اس میں بھی عجیب تلبیس اور ہیر پھیر سے کام لیا گیا ہے تاریخ جہاں

سے شروع کرنی چاہیئے تھی وہاں سے نہیں کی بلکہ تاریخ کا بڑا حصہ چھپا لیا گیا ہے اور تھوڑا سا حصہ پیش کیا گیا ہے۔ دعویٰ یہ نہیں بنتا دعویٰ یوں بنتا ہے کہ جب سے دُنیا بنی ہے آدم علیہ السلام سے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے زمانہ تک اور بعد میں دُنیا کا یہ دستور رہا ہے کہ ہر دعویدار نبوّت کی مخالفت کرتی ہے اور کم از کم سچے دعویٰ دارانِ نبوّت کی تو ضرور مخالفت کرتی ہے اور قرآن بعینہٖ یہ دعویٰ بتاتا ہے، حسرتیں بیان کرکے بتاتا ہے، کہتا ہے یہی آدم کے اوپر حسرت ہے۔ کبھی بھی کوئی نبی ایسا نہیں آیا جس کے ساتھ انہوں نے حُسنِ سلوک کیا ہو، ہمیشہ اس کو ردّ کرتے ہیں، اس پر ظلم کرتے ہیں، اس پر ٹھٹھا اور مذاق کرتے ہیں یٰحَسۡرَۃً عَلَی الۡعِبَادِ بندوں کا خالق اپنے بندوں پر حسرت کرتا ہے۔ یہ تو ایک قاعدہ کلیہ ہے جو ہمیشہ سے جاری ہے۔ اس قاعدے کو تسلیم کرنے کے بعد کیا تم ہر نبی کا انکار کردوگے اس لئے کہ اس کی مخالفت کی گئی تھی۔ اس سے وہ نتیجہ کیسے نکلا جو تم نکال رہے ہو۔ اُمّتِ موسوی میں کیا یہ واقعہ نہیں ہُوا۔ اور قرآن کریم کی وہ آیات میں پہلے پڑھ چکا ہوں کہ ہر نبی جو موسیٰؑ کے بعد آیا ان میں سے ہر ایک کی مخالفت کی گئی، کچھ جھوٹوں کی بھی کی گئی لیکن اللہ اس کو نظر انداز فرماتا رہا۔ اس کے کوئی معنی نہیں خدا کے نزدیک تو معنی اس بات کے ہیں کہ حسرت ہے کہ سچوں کی مخالفت ضرور ہوتی آئی ہے۔ پس حضرت مرزا صاحب کی مخالفت سے جو مطلب تم

حاصل کرنا چاہتے تھے وہ تو اس سے حاصل نہ ہُوا۔ کیونکہ قرآنی اُصول کے مطابق اُن کی مخالفت تو ان کی سچائی کی دلیل ٹھہر رہی ہے۔

قُدرت کا مضمون، عُنوان کی تبدیلی

اب میں یہ مضمون آپ کو سمجھاتا ہوں۔ قرآن کریم کس رویے کے متعلق ہدایت فرماتا ہے یعنی یہ کہ جب تم کسی دعویٰ دار نبوّت کی بات سُنو تو کیا رویہ اختیار کرو۔ اگر قرآن کے دعویٰ کے مطابق رویہ ہوگا تو ہم اس کو تسلیم کریں گے، اگر مخالف رویہ ہوگا تو ہم اس کو تسلیم نہیں کریں گے۔ قرآن کریم حضرت موسیٰؑ کے زمانے کا ایک واقعہ بیان کرتے ہوئے فرماتا ہے کہ جب حضرت موسیٰؑ نے دعویٰ کیا، مخالفتیں ہوئیں تو قوم کے بڑے لوگ یہ منصوبے بنا رہے تھے کہ موسیٰؑ کو قتل کردیا جائے۔ اُس وقت اُنہی کی قوم میں سے ایک آدمی جو اپنا ایمان چھپائے ہوئے تھا اُس نے کہا ایسا نہ کرو، وَاِنۡ یَّکُ کَاذِبًا فَعَلَیۡہِ کَذِبُہٗ وَاِنۡ یَّکُ صَادِقًا یُّصِبۡکُمۡ بَعۡضُ الَّذِیۡ یَعِدُکُمۡ (المومن آیت: ۲۹) کہ دعویٰ دارِ نبوّت ہی تو ہے تمہیں کیا پتہ سچا ہے یا جھوٹا ہے۔ ہاں ایک بات تمہیں بتا دیتا ہوں کہ اگر جھوٹا ہے تو اس کا جھوٹ تم پر بہرحال نہیں پڑے گا۔ اس کا جھوٹ اسی پر پڑے گا، کیونکہ جھوٹے کو تو خدا ہی زیادہ جانتا ہے اور وہی اہل ہے اس بات کا کہ جان سکے کہ جو میں نے نہیں کہا وہ مدعی میری طرف منسوب کر رہا ہے یا نہیں۔ تو مضمون وہی بنتا ہے کہ ماں سے زیادہ چاہے پھپھا کُٹنی کہلائے تم

خدا سے زیادہ غیرت دکھلا رہے ہو۔ اگر موسیٰ جھوٹا ہے تو میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ اس کے جھوٹ کی وجہ سے تم نہیں پکڑے جاؤ گے، پھر تمہیں مخالفت کرنے کی مصیبت کیا پڑی ہے! ہاں ایک خطرہ ضرور ہے اِنْ یَّکُ صَادِقًا اگر وہ سچا نکلا تو پھر تم تو مارے گئے یُصِبْکُمْ بَعْضُ الَّذِیْ یَعِدُکُمْ پھر تو جتنی وعید کرتا ہے وہ تمہیں پہنچ ہی جائے گی پھر تم بچ کے نکل نہیں سکتے۔ یہ ہے دعویٰ داران نبوت کے متعلق وہ ردّ عمل جس کو قرآن کریم دُرست قرار دیتا ہے، اور اگر اس کو دُرست قرار نہ دیتا تو رَدّ فرما دیتا۔ یہ تو ایک عام آدمی کی بات تھی کسی نبی کی بات نہیں تھی جو محفوظ کی جاتی۔ یا کسی صاحب جرأت، صاحب ایمان کی بات بھی نہیں تھی۔ کمزور آدمی، خدا فرماتا ہے، ایمان چھپاتا پھرتا تھا لیکن بات ایسی پیاری کر گیا، بات ایسی سچی کہہ گیا کہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے لئے خدا نے اُٹھا رکھی وہ بات، اور جب آنحضورؐ کے اوپر قرآن نازل فرمایا تو ساتھ یہ بھی بتا دیا کہ ایک بہت پیاری بات ہوئی تھی میں تجھے بھی بتا دیتا ہوں، یہ ہے جو تیرے دعویٰ کے مقابل پہ ان لوگوں کو کرنا چاہئے، جیسے کل یہ بات سچی تھی ویسے آج بھی یہ سچی ہے۔ پس قرآن کا طرزِ عمل تو یہ ہے لیکن قرآن کے کس کس طرزِ عمل کے متعلق ہم تمہیں بتائیں۔ تم تو ہر طرزِ عمل سے غافل ہو چکے ہو۔ کتنا بچہ سے اسی دعویٰ میں جو کیا گیا ہے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تائید میں ایک بات ایسی بھی کہہ

دی گئی ہے اگر ان کو پتہ ہوتا تو کبھی بھی یہ بات نہ کہتے۔ بیوقوفی میں ایسی بات کر گئے ہیں سوچا ہی نہیں کہ اس کا مطلب کیا نکلے گا۔ دعویٰ یہ کیا ہے کہ اُمّتِ محمدیہ نے ہر جھوٹے سے ایک سلوک کیا ہے اور اس سلوک میں تم کوئی تبدیلی نہیں دیکھو گے اور اس سلوک میں یہ بات شامل ہے کہ اس سے نہ کبھی مباحثہ کیا نہ مناظرہ کیا نہ بحث و تمحیص کی اور جھوٹا کہہ کر ایک طرف چھوڑ دیا گیا لیکن اس مدّعی کی مخالفت شروع کر دی گئی۔ آخر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ تم نے یہ سلوک کیوں نہیں کیا۔ یعنی جھوٹوں والا سلوک کیوں نہیں کیا تم نے۔ تم نے تو مناظرے بھی کئے، مباحثے بھی کئے، مباہلے بھی کئے، وہ ساری باتیں کیں جو سچے نبیوں کے ساتھ اُن کے منکرین کیا کرتے تھے اَکْثَرْتَ جِدَالَنَا (ھود آیت ۳۳) کی آواز آیا کرتی تھی۔ مخالفین کہتے تھے اے لڑنے جھگڑنے والے، اے دلیلیں پیش کرنے والے، خدا کے نبی کہلانے والے تُو نے باتوں کی حد ہی کر دی ہے۔ اب بس کر ہم نے خوب مقابلے کئے، خوب بحثیں کیں۔ پس تم بھی تو وہی سلوک کر رہے ہو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ اپنے اقرار کے مطابق جو ہمیشہ سچے نبیوں سے ہوتا چلا آیا ہے اور تمہارے سلوک کی ویسی قیمت بھی کیا ہے۔ خدا بھی وہی سلوک کر رہا ہے جو ہمیشہ سچے نبیوں سے ہوتا چلا آیا ہے۔

سچّے اور جھوٹے میں مابہ الامتیاز

اب سُنیئے حضرت امام ابن القیمؒ کیا کہتے ہیں۔

یہ وہی عظیم الشّان عالِم دین، چوٹی کے فلسفردان اور بڑے بزرگ انسان تھے جنہیں مفکّرِ اسلام کے نام کے ساتھ سرکاری کتابچہ میں یاد کیا گیا ہے، وہ اس مضمون میں کیا فرماتے ہیں کہ لوگ کیوں مخالفت کیا کرتے ہیں کیا مخالفت کسی کے جھوٹا ہونے کی دلیل ہے کیا فرمایا؟ فرماتے ہیں:۔

"نَحْنُ لَا نُنْكِرُ اَنَّ كَثِيْرًا مِّنَ الْكَذَّابِيْنَ
قَامَ فِي الْوُجُوْدِ وَظَهَرَتْ لَهٗ شَوْكَةٌ
وَلٰكِنْ لَّمْ يَتِمَّ لَهٗ اَمْرُهٗ وَلَمْ
تَطُلْ مُدَّتُهٗ بَلْ سَلَّطَ عَلَيْهِ رُسُلَهٗ
وَاَتْبَاعَهُمْ فَمَحَقُوْا اَثَرَهٗ وَقَطَعُوْا
دَابِرَهٗ وَاسْتَاْصَلُوْا شَاْفَتَهٗ هٰذِهٖ
سُنَّتُهٗ فِيْ عِبَادِهٖ مُنْذُ قَامَتِ الدُّنْيَا
وَاِلٰى اَنْ يَّرِثَ الْاَرْضَ وَمَنْ عَلَيْهَا"

(زاد المعاد جلد اوّل ص۵)

جو بات میں نے بیان کی وہی بات یہ بیان کر رہے ہیں چنانچہ مخالفتِ انبیاء کی اس تاریخ کو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے شروع نہیں کرتے بلکہ فرماتے ہیں جب سے دُنیا بنی ہے یہی تاریخ جاری ہے اور پھر اس تاریخ کی روشنی میں سچّے اور جھوٹے میں

فرق کیسے کیا جا سکتا ہے وہ میں تم سے بیان کرتا ہوں فرماتے ہیں:۔

"ہم اس بات کا انکار نہیں کرتے کہ بہت سے کذّاب
اور جھوٹے مدعی پیدا ہوئے اور ان کی ابتداءً شوکت
بھی ظاہر ہوئی"

یہ ایک ایسا عمدہ اور حکمت کا کلام ہے کہ جس پر ٹھہر کر میں روشنی ڈالتا ہوں پھر آگے چلتا ہوں واقعی مفکّرِ اسلام تھے واقعی بہت عظیم مقام رکھتے ہیں اس سے کوئی انکار نہیں، چار میں سے تین کو تو میں منظور کر چکا ہوں اور یونہی منظور نہیں کیا بلکہ حکمت کی بناء پر۔ میں جانتا ہوں کہ بہت بڑے بڑے چوٹی کے بزرگ انسان ہوئے ہیں غلطیاں ان سے بھی ہوتی ہیں۔ ساری باتیں درست نہیں کہتے تھے لیکن مفکّر ضرور تھے، بڑی ذہانت و فطانت کے ساتھ مطالعہ کرتے تھے مسائل کا اور بڑے بڑے عجیب حکمت کے موتی نکال کر لاتے تھے۔ یہ جو فرمایا ان کی ابتداءً شوکت بھی ظاہر ہوئی اس میں جھوٹے نبیوں کی ایک علامت ظاہر کی گئی ہے۔ امر واقعہ یہ ہے اور تاریخ اسلام بھی اس بات کی گواہ ہے کہ کبھی کسی جھوٹے مدعی نبوّت نے بغیر کسی قومی یا مخفی سہارے کے دعویٰ نہیں کیا۔ مسیلمہ کذّاب جس کا نام یہ لوگ بہت چبا چبا کر لیتے ہیں اُس کے ساتھ بھی ایک قوم تھی اور ہر جھوٹا دعویدار جو ہُوا ہے اس کا آغاز تائید سے ہُوا ہے نہ کہ مخالفت سے۔ ایک شوکت کے ساتھ اُس نے کام کو شروع

کیا ہے، ایک حصّہ اس کے ساتھ ہُوا کرتا تھا۔ ایک بھی ایسا واقعہ نہیں ہُوا کہ کوئی جھُوٹا دعویدار ہو اور اس کی یہ کیفیت ہو کہ وہ پہلے ساری قوم میں مرجعؓ ہو، اس سے اُمیدیں باندھی جارہی ہوں، وہ ہر دلعزیز ہو اور اچانک دعویٰ کرکے تمام دُنیا کا مغضوب بن گیا ہو۔ اور اس کا آغاز شوکت کی بجائے دُنیا کی ذلت اور رسوائی سے ہُوا ہو۔ کتنا عظیم الشان ہونے کے باوجود باریک فرق ہے جس کی طرف حضرت امام ابن قیمؒ کی نظر گئی ہے اور چھوٹے سے فقرے میں یہ حکمت کا موتی بنادیا فرماتے ہیں :-

"ابتداءً شوکت بھی ظاہر ہوئی لیکن وہ اپنے مقصد
کو پا نہ سکے اور نہ ہی ان کی مدت لمبی ہوئی بلکہ اللہ
تعالیٰ کے رسولوں اور ان کے اتباع نے بہت جلد ان
کی بیخ کنی کرکے ان کو بے نام ونشان کردیا اور ان
کی گردن توڑ دی۔ ابتداء دُنیا سے اللہ تعالیٰ کی اپنے
بندوں میں یہی سنّت رہی اور تاقیامت رہے گی۔"

اب ابن قیمؒ کی بات بھی تو مانو! حضرت مسیح موعود علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کے ساتھ تم نے کیا سلوک کیا اور دیکھو کہ پھر خدا کی تقدیر نے آپؑ کے ساتھ کیا سلوک کیا۔ حضرت ابن قیمؒ تو کہتے ہیں کہ کبھی مدت لمبی نہیں ہوئی۔ اور تم کہتے ہو سو سال گذر چکے ہیں اور ہر مخالفت کے باوجود بڑھتے ہی چلے جارہے ہیں۔ کچھ پیش نہیں

جاتی۔ ہر مخالفت کی ناکامی اور رسوائی کا خود تم اپنے مونہوں سے اور قلموں سے اقرار کرتے چلے جارہے ہو اور ہر مخالفت کے بعد تمہیں یہ تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ یہ کم ہونے کی بجائے پہلے سے بڑھ گئے ہیں اور جانتے ہو کہ شروع میں کوئی بھی حیثیت نہیں تھی جب حضرت مسیح موعود علیہ السّلام نے دعویٰ کیا ہے تو سب چھوڑ گئے تھے اور بڑے فخر سے تم نے اپنے اسی کتابچے میں لکھا ہے کہ اپنے بھی چھوڑ گئے تھے۔ بیٹے بھی ایمان نہیں لائے۔ قریبی رشتہ دار سب متنفر ہو گئے تھے۔ یہ ہے نبوّت کی شان، امام ابن قیمؒ سے پوچھو اگر تمہیں پتہ نہیں۔ اگر قرآن کا مفہوم براہ راست نہیں سمجھتے تو ان ائمہ سے سیکھو جن کو تم مفکر اسلام سمجھتے ہو۔ کتنا نمایاں کتنا بیّن فرق ہے جھُوٹی نبوت کا آغاز ظاہری ابتدائی شوکت سے ہوتا ہے، جھُوٹی نبوت میں ایک چمک نظر آتی ہے، ایک ولولہ اور دبدبہ نظر آتا ہے اور دیکھتے دیکھتے خدا اس شان کو ملیا میٹ کردیتا ہے۔ پس سچّے نبی کی ابتدا ایسی دردناک حالت سے ہوتی ہے جس کے اپنے عزیز اقربا بھی اس کو چھوڑ دیتے ہیں۔ کوئی بھی بظاہر اس کا دُنیا میں نہیں رہتا اور تمام دُنیا اس کو مٹانے کی کوشش کرتی ہے اور پھر بھی خدا نہیں مٹنے دیتا اور خدا کی تقدیر ہر بار غالب آتی ہے فرمایا کَتَبَ اللّٰہُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِیْ لازماً مَیں اور میرے رسول ہی غالب رہیں گے۔ مَیں نے فرض کرلیا ہے اپنے اوپر کہ لازماً مَیں اور میرے رسول غالب

رہیں گے۔

ماموریت اللہ کی مخالفت کی اصل وجہ

اور جہاں تک مخالفت کا تعلق ہے کیا امام مہدی کی مخالفت نہیں ہوگی؟ کیا مسیح کی مخالفت نہیں ہوگی؟ یعنی سچے امام مہدی کی جس کے تم بھی منتظر ہو، سچے مسیح کی جس کی تم بھی انتظار کر رہے ہو اور اگر مخالفت پیمانہ ہے اس کے جھوٹ کا، تو پھر تمہارے درمیان کبھی کوئی سچا نہیں آئے گا کیونکہ تمہارے اپنے بڑے یہ پیشگوئیاں کر چکے ہیں۔ اقتراب الساعۃ میں نواب نور الحسن خان صاحب فرماتے ہیں :-

"یہی حال مہدی علیہ السلام کا ہوگا کہ اگر وہ آ گئے،
بیچارے (بیچارے انہوں نے نہیں لکھا لیکن حال
بیچارے والا لکھا ہے) اگر وہ آ گئے سارے مقلد بھائی
ان کے جانی دشمن بن جائیں گے۔ (یہ سارے مقلد بھائی
ہی ہیں جو آج ہمارے پیچھے پڑے ہوئے ہیں کیسی اچھی
پیشگوئی کی کیسی سچی بات کہی کیونکہ تاریخ انبیاء پر نظر
ڈالی ہے) ان کے قتل کی فکر میں ہوں گے کہیں گے
یہ شخص تو ہمارے دین کو بگاڑتا ہے۔"

(اقتراب الساعۃ صفحہ ۲۲۴)

حضرت شیخ محی الدین ابن العربیؒ جو کل عالم اسلام میں ایک

مستند ہستی ہیں فرماتے ہیں :-

"اِذَا خَرَجَ ھٰذَا الْاِمَامُ الْمَھْدِیُّ
فَلَیْسَ لَہٗ عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ اِلَّا الْفُقَھَاءُ
خَاصَّۃً"۔ (فتوحات مکیہ جلد ۲ صفحہ ۲۴۲)

فرماتے ہیں کہ جب امام مہدی ظاہر ہوں گے تو ان کا کھلا کھلا دشمن ان علماء اور فقہاء کے سوا اور کوئی نہیں ہوگا۔ باقی دبے دبے چھپے ہوں گے، کھل کھل دشمنی کی توفیق صرف علماء اور فقہاء کو ملے گی۔ اُس وقت آپ کیا کہیں گے۔ اُس وقت تو یہی کہیں گے کہ جب سے اُمت بنی ہے جب سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے اور اس جہان فانی سے کوچ فرما گئے اس وقت سے آج تک ہم وہی سلوک کرتے چلے آئے ہیں۔ (دعویداران سے) جو تم سے کر رہے ہیں وہ بھی جھوٹے تھے تم بھی جھوٹے ہو۔ کیونکہ یہی سلوک ہم تم سے کر رہے ہیں۔ پھر سچے جھوٹے میں کیا فرق رہ گیا؟ اوّل تو جس نے آنا تھا آ چکا اور کوئی نہیں آئے گا۔ لیکن اگر سچا آ گیا تو میں تم کو بتاتا ہوں کہ تم پھر بھی محروم رہ جاؤ گے کیونکہ خود اپنے اصول کے مطابق اس کی مخالفت ضرور کرو گے اور صرف احمدی ہی ہوں گے جو اس کو بھی مانیں گے کیونکہ ان کو ماننے کی عادت پڑ چکی ہے۔

پھر نواب صدیق حسن خان صاحب فرماتے ہیں کہ جب امام مہدی تشریف لائیں گے تو کیا ہوگا :-

کی کوشش کریں تب سمجھ آتی ہے کہ آخر کہنا کیا چاہتے تھے۔ اس کتابچہ میں لکھا ہے :۔

"اس مختصر سی بحث میں یہ بات آئینے کی طرح واضح
ہو جاتی ہے کہ ختم نبوت پر ہمارا عقیدہ جزو ایمان ہے
جو محض کسی مافوق الفطرت اہمیت کا لگا بندھا قانون
نہیں بلکہ اس کے اپنے معاشرتی مضمرات بھی ہیں اور ان
مضمرات کی بدولت اس نے ایک اسلامی تہذیب کی تشکیل
میں بہت مدد دی ہے"

مطلب یہ ہے کہ یہ محض دعوے نہیں ہیں ہم ختم نبوت کے مسئلہ سے جو چمٹے ہوئے ہیں اس کی ایک بڑی وجہ یہ ہے کہ خاتم النبیین کا جو عقیدہ ہے اس کی تشریح جو ہم کرتے ہیں یہ اسی کا نتیجہ ہے کہ اسلامی تہذیب کو ایک یکسانیت عطا ہوگئی سارے عالم میں ایک تہذیب رونما ہوئی ایک عظیم وحدت رونما ہوئی جس تشریح کے ساتھ اتنی بڑی نعمت وابستہ ہے اسے ہم کس طرح چھوڑ سکتے ہیں۔ یہ دلیل دی جارہی ہے۔ اور پھر فرماتے ہیں کہ یہ اسلام کی بنیادوں میں سے ایک بنیاد ہے۔ بنیاد اگر نکالیں گے تو پھر عمارت منہدم ہو جائے گی۔ اور پھر فرماتے ہیں کہ :۔

"اور اسے ہمیشہ ایمان کا ایک غیر متنازعہ جزو تسلیم کیا
جاتا رہا ہے اور یہ ایک ایسی پائیدار بنیاد ہے جس کے

اوپر اسلام کی صرف نظریاتی عمارت ہی استوار نہیں
اس کی تہذیبی تعمیر بھی ایستادہ ہے"

پھر کہتے ہیں کہ :۔

"اس نظریے نے مختلف ادوار مختلف نسلوں اور مختلف
رنگ و روپ کے انسانوں کو ایک لڑی میں پرو کر ایک
امت بنایا ہے"

یعنی خاتم النبیین کے عقیدے کی اس تشریح نے کہ اب کوئی نبی نہیں آئے گا ایک امت بنایا تھا۔ پھر لکھا ہے :۔

"اس نے انسان کی ذہنی استفسارات کو تمیز لگائی
ہے اور اس طرح واضح طور پر ایک منفرد تہذیبی تعمیر
کے لئے بنیادیں قائم کی ہیں"

کچھ سمجھتے ہیں آپ لوگ ؟ کہ کس طرح تعمیر ہوئی اس عقیدہ سے کہ کوئی نبی نہیں آسکتا اور اگر اس کے بغیر کوئی منفرد تہذیبی بنیاد تعمیر نہیں ہوتیں تو ایک لاکھ چوبیس ہزار نبی پہلے آکے کیا کرتے رہے ان میں سے ایک بھی خاتم النبیین نہیں تھا ان کی تہذیبیں کس پہ استوار ہوئی تھیں ؟ کونسی بنیادیں ان کو میسر آئیں ؟ کس طرح ان کی قوموں کو وحدتیں نصیب ہوئیں ؟ کیا سارا کھیل تماشا ہی ہوتا رہا اس سے پہلے ؟ پہلی دفعہ خدا تعالیٰ کو یہ راز سمجھ آیا کہ کس طرح وحدت نصیب ہوا کرتی ہے اور کس طرح تعمیری تہذیبی بنیادیں میسر آیا

کرتی ہیں۔

عقیدۂ ختمِ نبوّت اور ایمانیات کی بنیادیں

اَب سُنیئے کچھ اور تبصرے اس صورتِ حال پر۔ جیسا کہ مَیں نے بیان کیا ہے عقیدۂ ختمِ نبوّت کے بارے میں یہ ایمان بغیر کسی اختلاف کے رہا ہے، آج بھی ہے اور سب سے زیادہ ہمارا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم خاتم النّبیّین ہیں لیکن وہ تشریح جس پر تم لوگ زور دے رہے ہو وہ تو مَیں ثابت کر چکا ہوں کہ ایک نئی تشریح ہے، تمہاری بنائی ہوئی تشریح جو آجکل وجود میں آئی ہے یا پرانے زمانوں میں کبھی آئی تھی، حضرت یوسفؑ کے زمانہ میں آئی تھی یا ان لوگوں میں آئی تھی جن کا سورۂ جنّ میں ذکر ملتا ہے اور صلحائے اُمّت جو بڑے بڑے بزرگ اور عالم اور صاحبِ عرفان تھے وہ اس کا یہ ترجمہ نہیں کیا کرتے تھے جو تم نے کرنا شروع کر دیا ہے۔

اور اَب مَیں آپ کو یہ بتاتا ہوں کہ یہ عذر کر کے کہ اگر کوئی ہماری بات کا انکار کرے گا تو ہم کہیں گے دیکھو خاتم النّبیّین کا منکر ہو گیا۔ یہ ایسا دعویٰ کر رہے ہیں جو بے غلط خواہ بظاہر کتنا بھی اچھا ہو۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ عقیدۂ ختمِ نبوّت کبھی بھی ایمان کی بنیادوں میں نہیں رہا کیونکہ سوال یہ ہے کہ ایمان کی بنیادیں بتانے والے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم تھے یا یہ آجکل کے علماء ہیں؟

جن پر قرآن نازل ہوا جن کو اسلام عطا ہوا کیا ان کو علم نہیں تھا کہ ایک ایسی بنیاد بھی ہے جس کا میں ذکر نہیں کر رہا اور وہ پیچھے رہ گئی ہے؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم فرماتے ہیں:-

"عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: بُنِيَ الْإِسْلَامُ عَلٰى خَمْسٍ: شَهَادَةِ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ وَإِقَامِ الصَّلٰوةِ وَإِيْتَاءِ الزَّكٰوةِ وَحَجِّ الْبَيْتِ وَصَوْمِ رَمَضَانَ"

ترجمہ:- حضرت ابن عمرؓ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا اسلام کی بنیاد پانچ باتوں پر ہے، اوّل یہ گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد اللہ کا رسول ہے، دوسرے نماز قائم کرنا۔ تیسرے زکوٰۃ دینا، چوتھے بیت اللہ کا حج کرنا، پانچویں روزے رکھنا۔

اور بات ختم ہو گئی۔ یہ پانچ بنیادیں ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو معلوم تھیں۔ اور یہ چھٹی بنیاد اب "دریافت" کی گئی ہے جس کا نعوذ باللہ من ذالک حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو کوئی علم نہیں دیا گیا تھا۔

یہ کہیں ایمان کی بنیادوں میں نہ ہو، سو وہاں بھی تلاش کر

لیتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد حضرت عمر بن الخطابؓ ہم تک پہنچاتے ہیں :۔

"قَالَ كُنَّا عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَآءَ رَجُلٌ شَدِيْدُ بَيَاضِ الثِّيَابِ شَدِيْدُ سَوَادِ الشَّعْرِ لَا يُرٰى عَلَيْهِ اَثَرُ السَّفَرِ وَلَا يَعْرِفُهٗ مِنَّا اَحَدٌ حَتّٰى اَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَلْزَقَ رُكْبَتَهٗ بِرُكْبَتِهٖ ثُمَّ قَالَ يَا مُحَمَّدُ مَا الْاِيْمَانُ ؟ قَالَ اَنْ تُؤْمِنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْقَدْرِ خَيْرِهٖ وَشَرِّهٖ "

(ترمذی کتاب الایمان)

ترجمہ۔ حضرت عمر بن خطابؓ بیان کرتے ہیں کہ ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور بیٹھے ہوئے تھے کہ آپؐ کے پاس ایک آدمی آیا جس کے کپڑے بہت سفید تھے اور بالوں کا رنگ سیاہ تھا۔ نہ وہ مسافر لگتا تھا اور نہ ہم میں سے کوئی اسے پہچانتا تھا۔ وہ آیا اور آنحضرتؐ کے گھٹنے کے ساتھ اپنے گھٹنے ملا کر مؤدب بیٹھ گیا اور عرض کیا۔ اے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ایمان کسے کہتے ہیں؟ آپؐ نے فرمایا ایمان یہ ہے کہ تو اللہ پر، اس کے

فرشتوں پر، اس کی کتابوں پر، اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے یوم آخرت کو مانے اور خیر اور شر کی تقدیر اور اس کے صحیح صحیح اندازے پر یقین رکھے۔

کہیں بھی ختم نبوت کا ذکر ارکانِ ایمان میں نہیں کیا گیا اور یہ حدیث غیر معمولی اہمیت کی حامل ہے کیونکہ اس کے بعد راوی بیان کرتے ہیں کہ یہ کہہ کر اس نے کہا آپ نے سچ فرمایا۔ کچھ باتیں پوچھیں اور کہا کہ ہاں یا رسول اللہ بالکل درست ہے۔ کہتے ہیں ہمیں تعجب ہوا کہ وہ سیکھنے آیا تھا یا امتحان لینے آیا تھا اور یہ کہہ کر وہ سیدھا اُٹھ کر باہر چلا گیا، رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارا تعجب سمجھ گئے چنانچہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ تو جبرائیل تھا جو تمہاری تعلیم کے لئے آیا تھا۔

پس یہاں بھی ایمان کی بنیادوں میں ختم نبوت کا ذکر نہیں، اس کے باوجود جماعت احمدیہ کا کامل ایمان ہے اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام خدا کی قسمیں کھا کر کہتے ہیں کہ ہمارا کامل ایمان اور کامل یقین ہے خاتمیتِ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اور جو اس کا انکار کرے ہم اس کو مسلمان ہی نہیں سمجھتے اس لئے نہیں کہ یہ بنیادوں میں سے ہے اس لئے کہ ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ قرآن کریم کا ایک ایک حرف ایک ایک شعشہ اتنی عظمت رکھتا ہے کہ ایک نقطے کا بھی تم انکار کرو گے تو دائرہ اسلام سے باہر چلے

جاؤگے۔ یہ دعویٰ ہے جس کی وجہ سے ہم ایمان رکھتے ہیں۔

عقیدہ ختمِ نبوّت اور تہذیب و ثقافت

اَب ایک اور سوال یہ اُٹھتا ہے کہ آیت خاتم النّبیّین تو ۵ھ ہجری میں نازل ہوئی ہے اور اکثر نبوّت کا زمانہ پہلے گذر چکا تھا۔ کیا اس سے پہلے اُمّتِ محمدیہ اُمّتِ واحدہ نہ تھی؟ کیا اس سے پہلے تہذیب و ثقافت کی بنیادیں نہیں باندھی گئی تھیں؟ اور ۵ھ ہجری کے بعد وہ کون سے واقعات رونما ہوئے جن میں اُمّتِ واحدہ بنائی گئی اور تہذیب اور تمدّن کی بنیادیں قائم کی گئیں؟ کیسا لغو اور بے معنیٰ دعویٰ ہے۔ اس کا اسلامی تہذیب و تمدّن سے دُور کا بھی تعلق نہیں۔ اور دیکھنے والی بات تو یہ ہے کہ پھر تمہاری تہذیب پہ کیا بنی؟ اس پر قیامت کیوں ٹوٹی؟ جو لوگ تمہارے نزدیک اسلامی تہذیب کے بنیادی عقیدے سے منحرف ہوگئے جس پر اسلامی تہذیب و تمدّن کی بنیاد تھی ان لوگوں کے متعلق جو تم کہتے ہو کہ بنیادیں چھوڑ گئے۔ تمہارے مفکرِ اسلام علامہ اقبال یہ کہتے ہیں کہ اگر اسلامی سیرت کا ٹھیٹھ نمونہ کسی نے دیکھنا ہو تو قادیان جا کر جماعتِ احمدیہ کو دیکھیے[1]

عجیب تفہیم ہے کہ تمہارے دعویٰ کے مطابق جو بنیادوں پر قائم ہیں

---

[1] ملّتِ بیضا پر ایک عمرانی نظر

ان سے تہذیب کلیتًہ چھین لی گئی اور وہ نہ ایک رہے نہ اسلامی تہذیب و تمدّن کی اقدار پہ قائم رہے۔ اور بقول تمہارے جن کا بنیادوں سے دُور کا بھی تعلق نہیں رہا ان کے متعلق تمہارے مفکرِ اسلام تو کہتے ہیں کہ اسلامی تہذیب و تمدّن کا مشاہدہ کرنا ہو تو قادیان جاؤ یہ تہذیب اور کہیں بھی نہیں مل سکتی۔

اور پھر یہ دعویٰ بھی سارا ہی فرضی ہے اس میں کوئی بھی حقیقت نہیں، صرف تلبیس اور ملمع سازی ہے۔ کوئی سمجھدار آدمی پوچھے تو سہی دُنیا میں کیا ہو رہا ہے تم اپنے اردگرد دیکھو تو سہی۔ ہم تو ہوئے نعوذ باللہ من ذالک منکرِ ختمِ نبوّت اور جو ان بنیادوں پر قائم ہیں ان میں ہر ملک کی تہذیب الگ ہے۔ اگر تہذیب سے مراد ظاہری تمدّن ہے تو لباس الگ ہے، طرزِ بود و باش الگ ہے، شادی بیاہ کے طریق الگ ہیں، پردہ کرنے نہ کرنے کا طریق الگ ہے، تمام عادات اور خصائلِ زندگی مختلف ہیں۔ انڈونیشیا کا مسلمان اَور طرح بس رہا ہے، افریقہ کا مسلمان اَور طرح بس رہا ہے، چیکوسلواکیہ اور فن لینڈ اور ہنگری کا مسلمان اَور طرح کی زندگی بسر کر رہا ہے، افغان کی تہذیب اَور ہے، اور ہندوستان کے جنوبی مسلمانوں کی تہذیب بالکل اَور ہے۔ بنگلہ دیش نے جب تم سے علیحدگی اختیار کی تو یہی دعویٰ کیا مذہب ایک ہوگا پَر تہذیب ایک نہیں۔ ختمِ نبوّت میں ہم ایک جیسا عقیدہ رکھتے ہیں اس میں کوئی شک نہیں مگر تمہاری تہذیب اَور، اور ہماری تہذیب

اور۔ تمہارا تمدن اور اور ہمارا تمدن اور۔

ذرا سی عقل کے ساتھ نظر دوڑائیں تو ہر جگہ الگ الگ تہذیب نظر آتی ہے۔ اور پھر مذہبی اقدار، مذہبی تصورات اور مذہبی عوامل کا نام تہذیب ہے تو اس میں بھی زمین و آسمان کا فرق ہے۔ ہر جگہ عقائد میں اختلاف، ہر جگہ عقائد پر عمل درآمد میں اختلاف، نماز پڑھنے میں اختلاف، کہیں ہاتھ چھوڑ کر پڑھ رہے ہیں، کہیں ہاتھ اٹھا کر پڑھ رہے ہیں، کہیں انگلیاں اٹھانے پر انگلیاں کاٹی جا رہی ہیں۔ کہیں کہا جاتا ہے کہ جو رفع یدین کا قائل ہو وہ اُمّت سے ہی نکل جاتا ہے اور کہیں کہا جاتا ہے کہ اگر رفع یدین نہیں کروگے تو اُمّت میں نہیں رہوگے۔ مالکی افریقہ میں جا کر دیکھو وہاں نماز کیسے پڑھی جاتی ہے اور خمینی ایران میں جا کر دیکھو کہ وہاں نماز کیسے پڑھی جا رہی ہے۔ سجدہ کے لیئے کربلا کی مٹی کی جو ڈھیلیاں رکھی جاتی ہیں، ایک وہ بھی تہذیب ہے۔ فرضی دعوے، جھوٹی باتیں، خیالی قصے ہیں ان پر تم تعمیر کر رہے ہو اُمّتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تہذیب!

اسلامی تہذیب و ثقافت علماء کی نظر میں

اور پھر تہذیب کیا ہے؟ کس قسم کی ہے؟ تمہارے اچھے علماء کن الفاظ میں اس کو بیان کرتے ہیں؟ مولوی مودودی صاحب کے الفاظ میں ذرا سنیئے:۔

" آپ اس نام نہاد مسلم سوسائٹی کا جائزہ لیں گے

(SOCIAL VALUE بنا رہے تھے تا مرکاری
کا بچہ والے۔ اس لیئے سوسائٹی کا لفظ میں نے چنا ہے)
تو اس میں آپ کو بھانت بھانت کا "مسلمان" نظر آئے گا۔ مسلمان کی اتنی قسمیں ملیں گی کہ آپ شمار نہ کر سکیں گے۔ یہ ایک "چڑیا گھر" ہے جس میں چیل، کوّے، گدھ، بٹیر، تیتر اور ہزاروں قسم کے جانور جمع ہیں اور ان میں سے ہر ایک "چڑیا" ہے۔"

(مسلمان اور سیاسی کشمکش حصہ سوم صفحہ ۱۳۴ طبع ہشتم)

کتنا ظلم ہے، کتنا اندھیر ہے، کیسی تذلیل ہے کوئی درد نہیں ہے اُمّت کا۔ بات کرتے ہیں تو تمسخر سے کرتے ہیں۔ مذاق پھر بھی مکمل نہیں ہوا، تو پھر آخر یہ جو یو۔پی کا محاورہ ہے نا "چڑیا ہے" یہ کہے بغیر نہیں رکے۔ کیونکہ اس کے اپنے ایک معانی ہیں یو۔پی کی زبان میں، کہ یہ تو ایک چڑیا ہے۔ اور یہ اُمّتِ محمدیہ ہے تم نے مذاق کیا ہے۔ کم از کم درد تو پیدا کرو۔ یہ تو کہو کہ اندھیر ہو گیا، ظلم ہو گیا۔ تم سے پہلے بھی لوگ یہ باتیں کرتے رہے ہیں (اور حقیقت بیان کرنی پڑتی ہے) مگر بڑی تکلیف، بڑے دکھ اور درد کے ساتھ۔ تمسخر کے رنگ میں نہیں۔ پر تم نے تمسخر اختیار کیا۔ کیا یہ وہ تہذیب و تمدن ہے جس پہ سارے مسلمان ایک ہو گئے ہیں؟ نبی کے نہ آنے کے عقیدہ پر اتفاق کا کیا یہ نتیجہ ہے؟ اور یہ تہذیب ہے جس کا تم ڈھنڈورا پیٹ رہے

ہو؟ فرضی باتیں ہیں ساری۔ کوئی بھی حقیقت سے تعلق نہیں۔ اتنے حوالے ہیں میرے پاس کہ وہ حوالے اگر سارے پڑھوں تو اتنا وقت نہیں۔ ملک ملک کے مسلمان کے حوالے، مسلمانوں کے اپنے قلم سے لکھے ہوئے ان کی اپنی کتابوں اور اخبارات کے شائع کئے ہوئے۔ دُنیا کے جتنے ممالک ہیں ہر ایک کے حوالے میں نے جمع کر لئے ہیں۔ ایک نمونہ میں تم کو تہذیب و تمدن کی یکجہتی کا بتا دیتا ہوں۔ برما کے مسلمانوں کی مذہبی حالت ایک اخبار کے حوالہ سے سُنئیں۔ اخبار بھی وہ چُنا ہے جس کا یہ انکار نہیں کر سکتے۔ ۱۴؍ اپریل ۱۹۱۵ء کا یہ "اہلحدیث" اخبار ہے تا یہ نہ کہہ دیں کہ تم نے آکر سارے حالات بگاڑے ہیں نعوذ باللہ من ذالک۔ اہلحدیث کا نامہ نگار لکھتا ہے :-

"یہ عاجز دس یوم سے یہاں مقیم ہے آج دو بجے ایک جلسہ جامع مسجد میں ہونے والا تھا۔ چنانچہ میں بوقت ظہر مسجد میں گیا۔ مسجد کھچا کھچ بھری ہوئی تھی۔ عجب حیرت کا عالم ہے۔ چند قلعے شربت کے رکھے ہیں اور طباقوں میں کیلے کھجور پیش امام کے سامنے رکھے ہیں۔ فاتحہ پر فاتحہ ہاتھ اٹھا کر مانگ رہے ہیں جس کے بعض الفاظ یہ ہیں معشوق حقانی عبدالقادر جیلانی ... (الی) روح پر فتوح وغیرہ بعد فاتحہ مردنگ اور کھنجری بجنی شروع ہوئی اور "یا مرادی" "یا مرادی" کا شور برپا ہوا۔ مسجد گونج اٹھی اس کے بعد صندل

کا برادہ حل کیا سب کی گردنوں اور پیشانی پر شکل پنڈتوں کے سفید نشان لگائے گئے۔ پھر ایک فاسق عورت کو حال آیا (دیکھیو یہ برما کی اسلامی تہذیب کا نظارہ ہے) رقص کرنے لگی (مسجد میں) سامنے لوبان کی انگیٹھی میں اپنا منہ ڈال دیا مگر آگ کے آگے ہاتھ رکھا۔ (ریشمی سرخ ڈالا دکھانے کے لئے مگر چپکے سے ہاتھ آگے رکھ دیا تاکہ جل نہ جائے) اس کے بعد متولی مسجد نے دف کو زور سے بجانا شروع کیا اس سے مسجد میں سناٹا ہو گیا۔ پھر مولوی صاحب نے آخری فاتحہ پڑھی۔ کیلا، کھجور، شربت تقسیم ہوئے گلے میں پھولوں کے ہار ڈالے گئے۔ چار بجے اٹھ کر جھنڈوں کو بوسہ دیا جو محراب میں کوئی پچاس کے قریب رکھے تھے۔ ان کو باہر نکالا۔ تین گھوڑوں کو آراستہ کیا گیا جس پر قادر اولیاء (علاقہ مدراس کا ولی جس کا یہ عرس تھا) کی روح کو سوار کر دیا گیا۔ (ختم نبوت کے ایمان نعوذ باللہ من ذالک کے نتیجہ میں جو تہذیب تشکیل کرتے ہیں اس کی ایک مثال شامل کی گئی ہے کہتے ہیں فلاں بزرگ کی روح کو ایک گھوڑے پر سوار کرایا گیا۔) اور دو گھوڑوں پر اس کے حواریین کی روح کو۔ بعد اس کے مع حاضرین کے شہر میں بھیک مانگی گئی۔ جب یہ لوگ گشت کر رہے تھے ان کی ہیئت دیکھ کر مجھے

بے ساختہ ہنسی آتی تھی۔ چند موٹے موٹے داڑھی والے
لوگ آگے بھبوت لگائے پیٹ اور منہ پر، اور ننگے بدن
محض ایک لنگوٹی پہنے ہوئے یا مرادی یا مرادی عبدالقادر
کہتے جاتے تھے۔ پیچھے کے لوگ عجیب مستی کی حالت میں ڈھول
بجاتے ہوئے مسجد کو قبل از مغرب واپس ہو گئے۔ ہائے
افسوس وہ مسلمان جن کا مذہب توحید تھا آج ایسے شرکیات
بدعات کے مرتکب ہوئے اور وہ بھی مسجدوں میں"

یہ نظارے تو علیحدہ علیحدہ جگہ جگہ ہر ملک میں نظر آ رہے ہیں پاکستان میں عرسوں کے موقع پر ایک اور تہذیب ظاہر ہو رہی ہے اور وہابی مسجدوں میں ایک اور تہذیب ظاہر ہو رہی ہے اور شیعہ مجالس عزا میں بالکل اور تہذیب ظاہر ہو رہی ہے۔ اور پھر ملکوں ملکوں میں اختلاف ہے۔ ایران کے شیعہ اس طرح نہیں پیٹتے جس طرح پاکستان کے شیعہ پیٹتے ہیں اور کئی شیعہ ایسے بھی ہیں جو اس کو جرم سمجھتے ہیں اور کئی ایسے بھی ہیں جو اس کو جرم کہنے والوں کو مجرم سمجھتے ہیں۔ ہر جگہ ایک نئی تہذیب نے جنم لیا ہے۔ جتنے خیالات ہیں کوئی وحدت باقی نہیں رہی۔ محض ایک دعویٰ ہے اس سے زیادہ اس کی کوئی بھی حقیقت نہیں۔

ایک دعویٰ بلا دلیل

آپ کہتے ہیں :۔
"تورات اور انجیل کے صحائف اس بات پر گواہ ہیں کہ تمام سابق انبیاء اپنے سے بعد

آنے والے انبیاء کی آمد کی پیشگوئی کرتے رہے ہیں لیکن
قرآن حکیم میں کہیں کوئی اشارہ بھی نہیں ہے۔ اس کے
برعکس ہمیں قرآن کریم میں ایسی واضح آیات ملتی ہیں جو
کسی شک وشبہ کے بغیر اس حقیقت کا اظہار کرتی ہیں کہ
رسالت کا منصب اختتام پذیر ہو چکا ہے اور باب نبوت
ہمیشہ کے لئے بند کر دیا گیا ہے۔ احادیث نبویؐ میں اس
موضوع پر کئی مصدقہ اور متفق علیہ حدیثیں موجود ہیں جنہیں
تواتر کی بلند حیثیت بھی حاصل ہے" (سرکاری کتابچہ صلا)

جہاں تک آخری حصے کا تعلق ہے اس پر تو میں پہلے گفتگو کر چکا ہوں۔ جہاں تک قرآن حکیم کی واضح آیات کا تعلق ہے وہ تو پیش ہی کوئی نہیں کی گئیں۔ ایک دعویٰ کیا ہے اور اس کی تائید میں ایک بھی آیت پیش نہیں کرتے۔ عجیب بات ہے قرآن کریم کی آیتوں سے بھاگتے کیوں ہیں۔ دعویٰ کر دیا اور کوئی آیت پیش نہیں کی حالانکہ مفکرین اسلام کا دعویٰ کیا اور ان کی مثالیں پیش کر دیں۔ حدیثوں کا دعویٰ کیا اور اپنی دانست میں کچھ حدیثیں بھی پیش کر دیں۔ ان کا میں نے جواب دیا ہے۔ لیکن ایک بھی آیت پیش نہیں کر رہے اپنے اس دعوے کی تائید میں پھر وہی تیس جھوٹے مدعیان والی حدیث بیان کی ہے۔ اور کوئی آیت قرآن پیش نہیں کی گئی۔

قرآن کریم کی واضح آیات سے تجاہلِ عارفانہ

آب ہم مزید تفصیل سے اس دعویٰ کا جائزہ لیتے ہیں کہ قرآن کریم نے کیا کہا ہے۔ اگر ان کو آیات نہیں ملیں تو مجھے کچھ آیات ملی ہیں۔ قرآن کریم نے اگر آنے والے کی کوئی خبر نہیں دی تو یہ ان کی اپنی لاعلمی ہے اور یہ لاعلمی بالکل ویسی ہی ہے جس طرح عیسائی یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کی تو تورات نے خبر ہی کوئی نہیں دی اور یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کی تو عہد نامہ جدید میں کوئی خبر ہی نہیں ملتی، کوئی ذکر ہی نہیں۔ یہ تو وہی بحث چل پڑی کہ نہ دیکھنے کی آنکھیں ہوں تو کہیں نظر نہیں آئے گا۔ دیکھنے کی آنکھ سے دیکھو تو بڑے نمایاں طور پر تمہیں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کا نام بڑی شان و شوکت سے نور کے لفظوں میں لکھا ہؤا نظر آئے گا۔ مگر اب جس نے آنکھیں بند کرلیں اسے زبردستی کون دکھلا سکتا ہے؟۔ ذکر ہے اور بار بار ذکر ہے، اصولاً بھی ذکر ہے فرداً فرداً بھی ذکر ہے۔ ایک انفرادی ذکر کا تو میں پہلے حوالہ دے چکا ہوں یعنی سورۃ جمعہ کی آیت اور خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے الفاظ میں اس کی تشریح کا جس میں کسی آنے والے کا ذکر موجود ہے۔ اب سنیئے ایک اور آیت جہاں اصولی ذکر ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

"وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ
اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ

وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ وَحَسُنَ
اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا ۝ ذٰلِكَ الْفَضْلُ مِنَ اللّٰهِ وَكَفٰى
بِاللّٰهِ عَلِيْمًا ۝ (سورہ نساء آیت ۷۰، ۷۱)

اور جو (لوگ بھی) اللہ اور اِس رسول (محمد مصطفیٰؐ) کی اطاعت کریں گے۔ (یہاں رسول نہیں فرمایا بلکہ الرّسول یعنی خدا اور اس رسول یعنی محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی اطاعت کریں گے) فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ۔ اب یہی لوگ ہوں گے جو انعام پانے والوں میں سے ہوں گے۔ لوگ اس کا یہ ترجمہ کرتے ہیں۔ انعام پانے والوں کے ساتھ ہوں گے، ان میں سے نہیں ہوں گے۔ اس بات سے پہلے ہم ذرا یہاں ایک اور امر کا جائزہ لے کر پھر آگے چلتے ہیں۔ اعلان کیا ہے؟ اعلان یہ ہے کہ "جو کوئی بھی اللہ اور اِس رسول محمد مصطفیٰؐ کی اطاعت کرے گا" یہ تو بہت عظیم الشان اعلان ہے، ان سب اعلانوں سے بڑھ کر اعلان ہے جو اس سے پہلے کئے گئے۔ پہلے یہ اعلان ہؤا کرتا تھا کہ جو اللہ اور موسیٰؑ کی اطاعت کرے گا یا اللہ اور ابراہیمؑ کی اطاعت کرے گا یا اللہ اور نوحؑ کی اطاعت کرے گا یا اللہ اور داؤدؑ اور سلیمانؑ کی اطاعت کرے گا۔ آج ایک نیا اعلان ہے اور وہ یہ کہ "جو اللہ اور اِس رسولؐ کی اطاعت کرے گا" کیا اس کے نتیجہ میں انعام بڑھنا چاہیئے یا کم ہونا چاہیئے؟ کیا پہلوں کو جنہوں نے پہلے رسولوں کی اطاعت کی تھی، انہیں یہی جواب ملا کرتا تھا کہ تم اطاعت کرو گے تو انعام پاتے

والوں کے ساتھ ہوگے مگر ان میں سے نہیں ہوگے ؟ کیسا ظالمانہ ترجمہ کیا جارہا ہے ، مَعَ کا ترجمہ کرتے ہیں ساتھ ہوں گے ان میں سے نہیں ہوں گے اور یہ بہتانِ عظیم ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پہ اور قرآن کریم پہ اور شانِ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر انتہائی ظلم ہے۔ اتنا بڑا دعویٰ کرکے کہ اب باری آئی ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ، سب سے شاندار رسول آگیا ، سب سے زیادہ فیض رساں رسول ظاہر ہوگیا ۔ اب یہ کیا اعلان کیا جارہا ہے کہ جو کوئی اس کی اطاعت کرے گا اور اللہ کی اطاعت کرے گا وہ انعام پانے والوں میں سے تو نہیں ہوں گے ہاں انعام پانے والوں کے ساتھ ہم ان کو رکھ دیں گے نعوذ باللہ من ذالک یہ بالکل جھوٹا ، غلط اور لغو ترجمہ ہے اور قرآن اس ترجمہ کو جھٹلا رہا ہے کیونکہ مَعَ مقامِ مدح میں ہے اور یہ ویسا ہی مقام ہے جیسا کہ یہ کہا گیا " وَتَوَفَّنَا مَعَ الْاَبْرَارِ " اے اللہ ہمیں نیکوں کے ساتھ وفات دے۔ وہی مَعَ کا لفظ ہے مِنْ کا لفظ نہیں ہے۔ مِنْ کا مطلب ہوتا ہے " میں سے " اور مَعَ کا مطلب ساتھ بھی ہوتا ہے اور میں سے بھی ہوتا ہے ، دونوں مطلب ہوتے ہیں ۔ تو دُعا یہ سکھائی " تَوَفَّنَا مَعَ الْاَبْرَارِ " اُمّتِ محمدیہ کو یہ دُعا سکھائی کیا اس کا یہ مطلب ہے کہ جب ابرار مَر رہے ہوں تو ساتھ ہماری جان بھی لے لینا ؟ کیسے کیسے تمسخر کروگے اُمّتِ محمدیہ سے اور کہاں تک تمسخر کرتے چلے جاؤ گے ؟ مَعَ الْاَبْرَارِ کا مطلب مِنْ ہے اور مِنْ کے سوا کچھ ممکن نہیں ہے۔ جب ایک سے

زیادہ لوگ ہوں جن کی طرف معیت منسوب ہو اور وہ ہم جنس ہوں اور تعریف کا ذکر ہو رہا ہو تو ہمیشہ مَعَ کا معنی ایسے موقعوں پہ مِنْ ہوا کرتا ہے ۔ اگر جنس بدل جائے تو پھر نہیں ہوسکتا ۔ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ اللہ صابرین کے ساتھ ہے جنس بدل گئی ہے معنی مِنْ نہیں ہوسکتے۔ کہتے ہیں گدھا قوم کے ساتھ ہے ان میں سے نہیں کیونکہ جنس بدل گئی ۔ مگر زید اچھے لوگوں کے ساتھ ہے ۔ میں اُس کے ساتھ ہوں جو مجھ سے محبت کرتا ہے ، یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا فلاں مجھ میں سے ہے ، یہ سارے مواقع وہ ہیں جہاں مَعَ کا ترجمہ مِنْ کیا جاتا ہے ۔ اور آگے قرآن کریم خود اس کو واضح فرما رہا ہے ۔ یہ کہنے کے بعد مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ فرمایا مِنَ النَّبِيّٖنَ مَعَ سے کیا مراد لے رہے ہیں ہم ؟ واضح فرما دیا نبیوں میں سے ۔ یہاں مَعَ کو کیوں نہ دُھرایا ۔ اگر ساتھ ہی مراد تھی صرف ، اور یہ غلط فہمی دُور کرنی تھی کہ کہیں مِنْ نہ سمجھ بیٹھنا تو پھر مَعَ النَّبِيّٖنَ فرمانا چاہیئے تھا ۔ فرمایا مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ اَیْ مِنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا ،

پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے " اَللّٰهُ يَصْطَفِيْ مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا وَّمِنَ النَّاسِ ط اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ بَصِيْرٌ (الحج آیت:۷۶) کہ اللہ تعالیٰ ملائکہ میں سے بھی رسول چنتا ہے وَمِنَ النَّاسِ

اور انسانوں میں سے بھی چُنتا ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ سَمِیۡعٌۢ بَصِیۡرٌ یقیناً
اللہ تعالیٰ بہت سُننے والا اور بہت جاننے والا ہے۔ یہ لوگ کہتے ہیں کہ
یہ آیت اُس وقت نازل ہوئی جبکہ اللہ تعالیٰ نے انسانوں میں سے رسول
چُننا چھوڑ دیا تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم خاتم النّبیّین تھے
حالانکہ آپؐ کو اللہ یہ خبر دے رہا ہے کہ اللہ انسانوں میں سے رسول
چُنتا ہے۔ چُننا تھا نہیں فرمایا۔ اگر سلسلہ نبوّت کلیۃً ہر معنی میں بند
ہو چکا تھا تو یہ آیت یہاں کیا مقصد پُورا کر رہی ہے قرآن کریم میں؟
پھر تو یہ کہنا چاہیئے تھا کہ کَانَ اللّٰہُ یَصۡطَفِیۡ مِنَ الۡمَلٰٓئِکَۃِ جیسا
کہ حضرت عیسیٰؑ اور ان کی والدہ کے متعلق ہے کَانَا یَاۡکُلٰنِ الطَّعَامَ۔
یہ بنیادی اصول ہے کہ اگر کوئی کام چھوڑ چکا ہو تو اس کے متعلق استمرار
میں بات نہیں ہو سکتی۔ اگر کوئی فوت ہو چکا ہے تو آپ یہ تو کہہ سکتے
ہیں کھانا کھایا کرتا تھا۔ لیکن کھانا کھایا کرتا ہے یا کھانا کھایا کرے گا
نہیں کہہ سکتے۔ اگر کوئی چلا کرتا تھا تو آپ یہ تو کہہ سکتے ہیں کہ وہ چلا کرتا
تھا۔ لیکن چلا کرتا ہے نہیں کہہ سکتے۔ جو سلسلہ انبیاء خُدا نے کلیۃً بند
کر دیا تھا تو اس کے متعلق خُدا کو اس آیت کے نازل کرنے کی کیا ضرورت
تھی۔ یہ تو ماضی کا ایک قصہ ہو چکا تھا۔ ہاں کسی زمانہ میں خُدا چُنا کرتا
تھا اب بند کر دیا ہے۔ تو پھر یہ کہنا چاہیئے تھا کَانَ اللّٰہُ یَصۡطَفِیۡ
مِنَ الۡمَلٰٓئِکَۃِ رُسُلًا وَّ مِنَ النَّاسِ۔ لیکن منکرِ اسلام
نے جو کہا ہے تم تو اُسے بھی نہیں سمجھتے۔ اب سُنیئے شیعہ تفسیر مجمع البیان

میں اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے لکھا ہے:۔

" اَللّٰہُ یَصۡطَفِیۡ مِنَ الۡمَلٰٓئِکَۃِ رُسُلًا یَعۡنِیۡ
جِبۡرِیۡلَ وَ مِیۡکَالَ وَ مِنَ النَّاسِ یَعۡنِیۡ
النَّبِیّٖنَ "

عام پیغامبر نہیں بلکہ نبی مراد ہے۔
پھر قرآن کریم میں ایک میثاق کا ذکر ہے۔ اللہ تعالےٰ
فرماتا ہے:۔

وَ اِذۡ اَخَذَ اللّٰہُ مِیۡثَاقَ النَّبِیّٖنَ لَمَاۤ
اٰتَیۡتُکُمۡ مِّنۡ کِتٰبٍ وَّ حِکۡمَۃٍ ثُمَّ جَآءَکُمۡ
رَسُوۡلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَکُمۡ لَتُؤۡمِنُنَّ بِہٖ
وَ لَتَنۡصُرُنَّہٗ ؕ قَالَ ءَاَقۡرَرۡتُمۡ وَ اَخَذۡتُمۡ
عَلٰی ذٰلِکُمۡ اِصۡرِیۡ ؕ قَالُوۡۤا اَقۡرَرۡنَا ؕ قَالَ
فَاشۡہَدُوۡا وَ اَنَا مَعَکُمۡ مِّنَ الشّٰہِدِیۡنَ ۔

(آل عمران آیت ۸۲)

ترجمہ اس کا یہ ہے کہ اور اس وقت کو بھی یاد کرو جب اللہ نے
(اہلِ کتاب سے) سب نبیوں والا پختہ عہد لیا تھا کہ جو بھی کتاب اور
حکمت میں تمہیں دُوں پھر تمہارے پاس (انبیا) رسول آئے جو اس
کلام کو پُورا کرنے والا ہو جو تمہارے پاس ہے تو تم ضرور ہی اُس پر
ایمان لانا اور ضرور اس کی مدد کرنا (اور) فرمایا تھا کہ کیا تم اقرار

کرتے ہو اور اس پر میری طرف سے ذمہ داری قبول کرتے ہو؟ انہوں نے کہا ہاں ہم اقرار کرتے ہیں (اور) قَالَ فَاشْهَدُوْا۔ نبی نے کہا تم بھی گواہی دو وَ اَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ اور میں بھی تمہارے ساتھ گواہوں میں سے (ایک گواہ) ہوں۔ پھر فرماتا ہے :-

وَاِذْ اَخَذْنَا مِنَ النَّبِيّٖنَ مِيْثَاقَهُمْ وَ
مِنْكَ وَ مِنْ نُّوْحٍ وَّاِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيْسَى
ابْنِ مَرْيَمَ وَ اَخَذْنَا مِنْهُمْ مِّيْثَاقًا غَلِيْظًا ۝
لِّيَسْــَٔلَ الصّٰدِقِيْنَ عَنْ صِدْقِهِمْ وَاَعَدَّ
لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا اَلِيْمًا ۝

(الاحزاب آیت ۸، ۹)

نبیوں کا میثاق ایک پہلے لیا گیا تھا جس کا قرآن کریم میں ذکر آتا ہے اور فرمایا یہ نبیوں کا میثاق ہم نے ہر نبی سے لیا اور میثاق کا مضمون یہ تھا کہ اگر تمہارے بعد کوئی ایسا نبی آئے جو اس کتاب کی تائید کرے اور اُس حکمت کی تائید کرے جو تمہیں عطا کی گئی اور اس کی مخالفت نہ کر رہا ہو تو کیا تم اس امر کا اقرار کرتے ہو یا نہیں کہ پھر اس کی مخالفت نہیں کرو گے بلکہ اُس کی تائید کرو گے اس پر ایمان لاؤ گے یہاں ایمان لانے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ نبی کی موجودگی میں آئے مضمون صاف بتا رہا ہے کہ انبیاء کو تاکیدی حکم دیا جا رہا ہے کہ تم اُمت کو یہ نصیحت کرو گے کہ ہاں جب ایسا شخص آئے جو تمہاری

شریعت کا مخالف نہ ہو جو تمہاری کتاب کا مخالف نہ ہو بلکہ اُس کا مؤید ہو اور اُس کی خدمت پر مامور ہو جائے ایسے شخص کا تم نے انکار نہیں کرنا۔ کتنا عظیم الشّان عہد ہے! یہ ذکر پہلے فرمانے کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو مخاطب کر کے دوبارہ فرماتا ہے وَاِذْ اَخَذْنَا مِنَ النَّبِيّٖنَ مِيْثَاقَهُمْ وَ مِنْكَ آپ یاد رکھنا اس بات کو کہ جو عہد ہم نے نبیوں سے لیا تھا وہ تجھ سے بھی لیا ہے اور وہ عہد کیا ہے یہی کہ جب کتاب آجائے اور حکمت کامل ہو جائے اُس کے بعد بھی اگر نبی آئے گا جو مخالف نہیں ہوگا تو اُس کی بھی تائید کرنا۔ اگر نبیوں کے نہ آنے والا ایک نیا باب کھلا تھا۔ اگر نئی رسمیں جاری ہونی تھیں تو پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے اِس عہد کے لینے کی کیا ضرورت تھی کہ نبی آسکتا ہے ہاں شرط یہ ہے کہ تمہاری شریعت سے باہر نہیں ہوگا۔ اگر ایسا نبی آئے تو مجھ سے اقرار کرو اور پھر انہوں نے اقرار کیا اور عہد کیا خدا سے کہ ہاں ہم یہی نصیحت کریں گے۔ چنانچہ علامہ فخرالدین رازی اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:-

"فَحَاصِلُ الْكَلَامِ اَنَّهٗ اَوْجَبَ عَلٰى جَمِيْعِ
الْاَنْبِيَاءِ الْاِيْمَانَ بِكُلِّ رَسُوْلٍ جَاءَ مُصَدِّقًا
لِّمَا مَعَهُمْ"

اس کلام کا حاصل صرف اتنا ہے کہ اللہ تعالےٰ نے تمام انبیاء پر یہ واجب کر دیا ہے کہ وہ ہر رسول پر جو ان کی تصدیق کرتا ہے

ایمان لائیں، کیسا عظیم الشان نکتہ ہے کہ جب تک کسی کتاب کا زمانہ باقی ہے جب تک کوئی شریعت جاری ہے اور خدا نے اسے منسوخ نہیں فرمایا اس وقت تک کیسی جھوٹے کا سر پھرا ہُوا ہے کہ اس کی تائید میں اٹھ کھڑا ہو اور اس کی تکمیل کی کوشش شروع کر دے۔ جھوٹا تو سچائی کی مخالفت کے لئے آئے گا اس لئے ایسا دعوٰی دار جو شریعت کی تائید اور تکمیل کے لئے آ رہا ہو اور اپنا سب کچھ اُس کی حمایت میں خرچ کر رہا ہو اُس کی مخالفت تم نے کبھی نہیں کرنی، اُس پر ایمان لانا ہے۔ ظاہر بات ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے اپنے ایمان لانے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا کہ بذاتِ خود اُس زمانے میں موجود ہوں اور نعوذ باللہ پھر کوئی اَور نبی آجائے۔ اصل میں یہ عہد قوم سے ہے جس کا نبی سردار ہوتا ہے اس لئے مخاطب ہوتا ہے۔ یہ وہ عہد ہے جس کی قوم پابندی کرتی ہے ورنہ انبیاء کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ وہ مخالفت کریں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی رُوح تو یہ ہے، قرآن کریم بیان فرماتا ہے، کہ ان سے کہہ دے کہ اگر کوئی واقعۃً ابن اللہ ہوتا تو تم سے بڑھ کر پہلے مَیں ایمان لاتا کیونکہ مَیں تو رب کا عاشق ہوں۔ جو وہ کہتا ہے مَیں تو تسلیم کرتا چلا جاتا ہوں۔ یہ تم ہو جو انکار کرتے ہو، مَیں تو ابن اللہ اس لئے نہیں مان رہا کہ یہ غلط اور بے بنیاد بات ہے، ورنہ خدا کی طرف سے اگر ہوتی تو سب سے بڑھ کر مَیں اس پر ایمان لانے والا ہوتا۔

ایسی واضح آیات کے ہوتے ہوئے کہتے ہیں کہ ایسی کوئی خبر ہمیں قرآن میں نہیں ملتی۔

احادیثِ نبویہؐ اور اقوالِ ائمہ سے انحراف

پس یہ عجیب تلبیس ہے کہ ایک جگہ یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ قرآن کریم میں نبوّت کلیۃً بند ہو گئی ہے اور قرآن کے حوالے دینے کی بجائے حدیثوں کے حوالے دینے شروع کر دیتے ہیں اور قرآن کا کوئی حوالہ بھی نہیں دیتے اور دُوسری طرف یہ فرما رہے ہیں کہ قرآن کریم کا گویا کہ یہ دستور ہے اور وہاں حدیثیں اُن کے مؤقف کے خلاف موجود ہیں مگر ان کا حوالہ نہیں دیتے کہتے ہیں کتاب میں ہمیں کوئی آیت نہیں ملتی۔ پہلے حدیثوں کی طرف تم بہت جلدی سے گئے تھے کیونکہ وہاں لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ کی ایک ظاہری حدیث نظر آتی تھی جس کا تم غلط مفہوم لے سکتے تھے، کوشش کرکے اس کو غلط معنی پہنا سکتے تھے، اس لئے تم نے قرآن کی بات شروع کی اور جلدی سے حدیثوں میں داخل ہو گئے۔ لیکن اب جب اپنے مؤقف کے خلاف صورت سامنے آئی ہے تو تم قرآن سے حدیثوں کی طرف نہیں جا رہے اور بات حدیثوں سے شروع کی تھی۔ تم نے، کہا یہ تھا کہ کسی رسول نے پیشگوئی نہیں کی اور کتاب کا بھی ضمناً ساتھ ذکر کیا اور مطالبہ یہ کیا کہ چونکہ کسی رسول نے پیشگوئی نہیں کی اس لئے کلام اللہ سے کوئی پیشگوئی دکھاؤ اس لئے ہماری طرف سے تردید کی گئی ہے اور کہا گیا کہ ان کو علم تھا کہ رسول کریم

صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم واضح پیشگوئیاں کر چکے ہیں۔ مگر یہاں پہنچ کر عمداً یہ اہلِ قرآن والا داؤ اختیار کرنا شروع کر دیتے ہیں اور ان کے پاس کوئی بنیاد ہی نہیں ہے۔ اچانک اہلِ حدیث سے اہلِ قرآن بن گئے۔ اب سُنیئے قرآن کریم میں بھی پیشگوئیاں ہیں جو میں نے دکھا دی ہیں لیکن اب حدیث کی سُنیئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم عیسیٰ نبی اللہ کی پیشگوئی کرتے ہیں۔ جو دیہ لوگ بتا چکے ہیں یہ تسلیم کرتے ہیں کہ تواتر سے ثابت ہے اور امام مہدی کے آنے کو بھی تسلیم کرتے ہیں اور پھر کہتے ہیں کہ چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کو اپنے بعد آنے والے کی بابت پیشگوئی کرنی چاہیئے تھی اور قرآن نے کہیں ایسی پیشگوئی ذکر نہیں کی۔ اس لئے کوئی نہیں آیا اور ساتھ ہی تسلیم بھی کر رہے ہیں اپنا سو فیصدی مسلّم عقیدہ ہے کہ لازماً آئے گا اور جو اس کو نبی اللہ نہیں مانے گا وہ پکا کافر ہوگا اور یہ عقیدہ بھی ساتھ رکھتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے جب عیسیٰ کے نزول کی خبر دی تو فرمایا تھا:۔

اَلَاۤ اِنَّهٗ لَيْسَ بَيْنِيْ وَبَيْنَهٗ نَبِيٌّ وَاِنَّهٗ
نَازِلٌ ۔ (طبرانی فی الاوسط والکبیر)

(لَا نَبِيَّ بَعْدِيْ اور دجّال والا مسئلہ بھی ساتھ ہی حل فرما دیا) فرمایا اس کے اور میرے درمیان کوئی نبی نہیں۔ بَعْدِیْ سے مراد یہ ہے کہ آئندہ دجّال بھی بے شک آتے رہیں گے مگر عیسیٰ کو دجال نہ بنا دینا اُس کے اور میرے درمیان نبی نہیں۔ یہ میری مراد ہے۔ اور پھر فرمایا

"وَلَا رَسُوْلَ" ہمارے درمیان نہ کوئی نبی ہے اور نہ کوئی رسول وَ اَلَا اِنَّهٗ خَلِيْفَتِيْ فِيْ اُمَّتِيْ وہ میرا خلیفہ میری ہی اُمّت میں سے ہوگا، میرا ہی اُمّتی ہوگا، میرا ہی خلیفہ ہوگا یعنی وہ پرانے مسیح کی بات نہیں کر رہے نئے مسیح کی بات کر رہے ہیں جو اُمّت میں پیدا ہوگا۔ حضرت محی الدّین ابن عربیؒ فرماتے ہیں :۔

"عِيْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ يَنْزِلُ فِيْنَا حَكَمًا مِنْ
غَيْرِ تَشْرِيْعٍ وَهُوَ نَبِيٌّ بِلَا شَكٍّ"

(فتوحاتِ مکیہ جلد اوّل ص۵۴۵)

کہ حضرت عیسیٰ علیہ السّلام يَنْزِلُ فِيْنَا ہم میں نازل ہوں گے حکم بن کر بغیر نئی شریعت کے وَهُوَ نَبِيٌّ بِلَا شَكٍّ اور کوئی بھی شک نہیں کہ وہ نبی ہوں گے۔ اس پہ یہ علماء کہتے ہیں کہ تم پھر وہی باتیں شروع کر دیتے ہو عیسیٰ کی وہ تو پرانے نبی ہیں۔ یہ علماء اُمّت سب مانتے تھے کہ عیسیٰ علیہ السّلام پرانے نبی بن چکے ہیں اس لئے ان کے آنے میں کوئی حرج نہیں ہے اس لئے حضرت امام ابن عربی بھی پرانے نبی کی باتیں کر رہے ہیں۔ یہ بالکل غلط ہے ہرگز پرانے کی بات نہیں کر رہے۔ سُنیئے حضرت محی الدین ابن عربی ایک اور جگہ فرماتے ہیں:۔

"وَجَبَ نُزُوْلُهٗ فِيْ اٰخِرِ الزَّمَانِ بِتَعَلُّقِهٖ
بِبَدَنٍ اٰخَرَ۔" (تفسیر ابن عربی زیر آیت قَبْلَ
مَوْتِهٖ)

وَجَبَ نُزُوْلُهٗ اس کا نزول واجب ہے فِیْ اٰخِرِ الزَّمَانِ آخری زمانہ میں بِتَعَلُّقِهٖ بِبَدَنٍ اٰخَرَ وہ ایک نئے بدن میں ظاہر ہوگا یعنی پرانے بدن کے ساتھ عیسیٰ نہیں آنے والا۔ اُس عیسیٰ کو تم کبھی نہیں دیکھو گے جس کا پرانے جسم کے ساتھ غائب ہونا سمجھتے ہو۔ بلکہ اب جو عیسیٰ آئے گا وہ ایک نئے بدن کے ساتھ آئے گا۔ اس عقیدہ کے ساتھ آپ فرماتے ہیں وہ یقیناً نبی اللہ ہوگا۔ سرکاری کتابچہ لکھنے والے علماء پر تعجب ہے کہ ان حوالوں کے باوجود کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بعد آنے والے کی پیشگوئی کوئی نہیں کی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی ہے اور تشریح ان علماء کی جن کو خود تم تسلیم کرتے ہو کہ وہ علماء کی بھی شان تھے۔ آپ ایک اور حوالہ سنیئے حضرت امام ابن القیمؒ کی کتاب زاد المعاد میں لکھا ہے کہ:-

"حضرت عیسیٰؑ تینتیس ۳۳ سال کی عمر میں آسمان کی طرف گئے تھے یہ کسی طرح بھی صحیح اور متصل روایت کے طور پر نہیں ہے جسے اختیار کرنا ضروری ہو امام شامی کہتے ہیں کہ بات اسی طرح ہے کہ یہ تو صرف عیسائیوں کی روایات ہیں کہ حضرت عیسیٰؑ کو ۳۳ سال کی عمر میں زندہ ہی آسمان پر بجسم عنصری اٹھا یا گیا۔"

(تفسیر فتح البیان جلد ۲ صفحہ ۴۹)

یہ حوالہ آپ نے غور سے سن لیا ہے اس میں دو باتیں بڑی کھلم کھلا

کہی گئیں ہیں۔ کہتے ہیں جو روایات پیش کی جاتی ہیں ان کی کوئی سند نہیں اور قابل یقین نہیں اور حضرت امام شامی کا یہ قول ہے کہ یہ تو عیسائیوں کی روایات ہیں جو داخل کی گئی ہیں ورنہ ان کی اصل اور بنیاد کوئی بھی نہیں۔ کہنے والوں کو یہ جانتے ہیں کہ کون ہیں؟ متکلمِ اسلام حضرت ابن قیمؒ جن کو سند کے طور پہ یہ سرکاری کتابچہ پیش کر رہا ہے یہ ان کا عقیدہ ہے اور ساتھ یہ بھی عقیدہ ہے کہ عیسیٰ ضرور آئے گا لیکن پہلا نہیں آئے گا کیونکہ نہ وہ اٹھایا گیا نہ وہ دوبارہ آسکے گا۔ یہ تمام ائمہ جو متقی اور پرہیزگار اور عارف باللہ تھے آخر کیوں انہوں نے ایسی باتیں شروع کیں اور یہی حضرت امام ابن قیمؒ جن کو بطور سند کے پیش کیا جا رہا ہے فرماتے ہیں:-

"لَوْ كَانَ مُوْسٰى وَعِيْسٰى حَيَّيْنِ لَكَانَ مِنْ اَتْبَاعِهٖ"

(مدارج السالکین لابن قیم جلد ۲ صفحہ ۳۱۳ قلمی)

کہتے ہیں کہ اگر حضرت موسیٰؑ اور عیسیٰؑ دونوں زندہ ہوتے تو ضرور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع (پیروکاروں) میں ہوتے، کلیہ کے دونوں جز میں سے ایک محال ہے تو دوسرا بھی محال ہو جاتا ہے۔ مراد یہ ہے کہ نہ وہ زندہ نہ اتباع میں داخل ہو سکے اور موسیٰؑ کے ساتھ عیسیٰؑ کو شامل کیا۔ لَوْ كَانَ کا مطلب یہ ہے زندہ نہیں ہے ورنہ یہ کہہ ہی نہیں سکتے کہ لَوْ كَانَ اور یہ وہی ابن قیمؒ ہیں جو یہ فرما رہے ہیں کہ حضرت عیسیٰؑ کے آسمان پہ جانے کی روایات سب

کہانیاں اور قصے ہیں۔ اور یہ لوگ کہتے ہیں کہ پیشگوئی ہی نہیں کی گئی کسی اور کے آنے کی۔

مہدی اور مسیح ایک ہی وجود ہے

اب ابنِ خلدون کا یہ حوالہ سُنیئے۔ علامہ عبدالرحمٰن ابن خلدون بھی اُن مفکرینِ اسلام میں سے ہیں جن کو حکومتِ پاکستان کی طرف سے شائع ہونے والے کتابچہ نے تسلیم کیا ہے کہ بڑے عظیم الشان بزرگ اور اسلام میں مستند سمجھے جاتے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں :-

"ابن ابی واطیل اور شیعہ نے کہا کہ اس امر پر بحث کی گئی ہے کہ مہدی وہی مسیح ہے جو آلِ محمدؐ میں سے ہوگا۔ میں نے کہا (یعنی حضرت ابن خلدون نے کہا) کہ یہی باعث ہے اس امر کا کہ بعض صوفیاء اس حدیث کو لیتے ہیں کہ عیسیٰؑ کے سوا کوئی اور مہدی نہیں یعنی وہی مہدی ہوگا جس کو شریعتِ محمدیہؐ کے ساتھ نسبت ہے اور عیسیٰؑ کو شریعت موسویہ سے نسبت ہے، شریعتِ محمدیہؐ کے ساتھ نہیں" (تاریخ ابن خلدون جلد ۱ صفحہ ۲۷۱)

دیکھئے پاکباز بزرگ علماء اور ظاہری علماء کے کلام میں کتنا فرق ہے۔ فوراً ردّ نہیں کیا اس بات کو جو وہ کہتے ہیں اور نہ صرف تسلیم کیا بلکہ غور کرکے ایک بڑا عظیم الشان نکتہ پیش فرمایا، کہا کہ یہ جو بیان فرمایا گیا ہے لَا الْمَهْدِيُّ اِلَّا عِيْسٰى یہ یونہی بے حکمت بات

نہیں ہے ہونا ہی اس طرح چاہیئے کیونکہ پرانے عیسیٰؑ کو تو موسیٰؑ سے ایک نسبت ہے اور موسوی اُمّت سے نسبت ہے ہماری اُمّت میں آکر کیا کرے گا نہیں تو وہ چاہیئے جس کو شریعتِ محمدیہؐ سے نسبت ہو، اور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا غلام ہو۔

نزولِ مسیح کا عقیدہ اور سرکاری کتابچہ کا مفکر

سرکاری کتابچہ میں اس بات میں صرف انہی مفکر اسلام ہی پر انحصار نہیں کیا گیا بلکہ علامہ اقبال جن پر بہت زیادہ بناء کی گئی ہے اصل حوالے انہی کے رکھے گئے ہیں۔ کتابچہ نے باقیوں کو صرف مفکرِ اسلام کہہ کر چھوڑ دیا ہے۔ اصل بناء علامہ اقبال پر کی گئی ہے چنانچہ اس اختلاف میں جو جماعت احمدیہ دوسروں سے رکھتی ہے یعنی یہ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پرانے نہیں آئیں گے بلکہ معنوی طور پر مثالی طور پر نیا عیسیٰ آئے گا جس کو عیسیٰ کا نام دیا جائے گا اس معاملہ میں علامہ اقبال کیا کہتے ہیں وہ بھی سُن لیجئے۔ علامہ صاحب فرماتے ہیں :-

"جہاں تک میں اس تحریک کا مفہوم سمجھ سکا ہوں وہ یہ ہے کہ مرزائیوں کا یہ عقیدہ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایک فانی انسان کی مانند جامِ مرگ نوش فرما چکے ہیں نیز یہ کہ ان کے دوبارہ ظہور کا مقصد یہ ہے کہ روحانی اعتبار سے ان کا ایک مثیل پیدا ہوگا کسی حد

تک معقولیت کا پہلو لیے ہوئے ہے "

(پنڈت جواہر لعل نہرو کے جواب میں علامہ اقبال کا
بیان ص۲۲ مطبوعہ ۱۷ فروری ۱۹۳۶ء برانڈرتھ روڈ لاہور)

اب یہ کہاں جائیں گے ؟ آنے والے مسیح کے متعلق تسلیم ہے ان کو سو فیصد قطعیت کے ساتھ کہ لازماً نبی اللہ ہوگا۔ بحث صرف یہ ہے کہ وہ کیسے آئے گا پرانے مسیح کی خو بو پہ ایک نیا انسان ہوگا یا پرانا مسیح بذاتِ خود ہوگا۔ چنانچہ وہ منکرینِ اسلام جن کا سکہ یہ لوگ خود تسلیم کرتے ہیں وہ یہ کہتے ہیں کہ محمدی مسیح یعنی پرانے کی بجائے نئے مسیح کا آنا معقول عقیدہ ہے اور حضرت ابن خلدون تو بڑے واضح لفظوں میں فرما رہے ہیں اور اسکی حکمت بھی بیان فرما رہے ہیں۔ لیکن اصل بات اور ہے۔ علامہ اقبال تو مغربی تہذیب کے پروردہ مغربی فلسفہ کی روشنی سے منوّر، اسلام کو بھی مغربی فلسفہ کی روشنی میں دیکھنے کے قائل تھے۔ امرِ واقعہ یہ ہے کہ علامہ اقبال نہ ہم سے متفق ہیں نہ ان سب لوگوں سے متفق ہیں۔ جہاں تک معقولیت کی بحث ہے وہ صرف اتنا کہتے ہیں کہ تمہارے عقیدوں کے مقابل پر یعنی جو غیر احمدی علماء کا عقیدہ ہے اس کے مقابل پر احمدیوں کا عقیدہ زیادہ معقول نظر آتا ہے اس کے اندر ایک اندرونی منطق ہے لیکن اپنے عقیدے کی بات وہاں انہوں نے نہیں کی۔ ان کا عقیدہ ہم دونوں سے مختلف ہے۔ وہ یہ کہتے ہیں کہ آنا ہی کسی نے نہیں یہ سب

فرضی قصے ہیں۔ گویا ایک مفکرِ اسلام یہ کہہ رہا ہے کہ یہ سب باتیں کہ حضرت عیسیٰ زندہ آسمان پہ چلے گئے۔ یہ روایات غیروں کی ہیں اسلامی نہیں اور یہ دوسرا مفکرِ اسلام یہ کہہ رہا ہے کہ جن روایات میں عیسیٰ کے آنے کا ذکر ہے وہ غیر اسلامی روایات ہیں اور ان کا اسلام سے کوئی تعلق ہی نہیں گویا عیسیٰؑ کا آسمان پر جانا اور آسمان سے واپس آنا دونوں غیر اسلامی روایات کا نتیجہ ہے۔ اس طرح گویا حکومتی کمیٹی کے مسلّمہ دو مفکرِ اسلام عیسیٰؑ کے تصور سے ہی چھٹی کر رہے ہیں چنانچہ ۱۹۰۵ء میں علامہ اقبال نے ایک غزل کہی جس کا شعر ہے۔

مینارِ دل پہ اپنے خدا کا نزول دیکھ
یہ انتظارِ مہدی و عیسیٰ بھی چھوڑ دے

(ماہنامہ مخزن مئی ۱۹۰۵ء)

کہتے ہیں کوئی مسیح و مہدی نہیں آئے گا۔ لیکن یہ تو پھر شعر کی باتیں ہیں۔ شعروں میں شاعر بعض دفعہ ایسی باتیں کر جایا کرتے ہیں۔ مگر ان کی تحریر کی تو کوئی تاویل نہیں کر سکتا۔ علامہ اقبال خود لکھتے ہیں :-

" ان کے عقیدے کے مطابق مہدی، مسیح کے دوبارہ ظہور اور مجددیت کے متعلق جو احادیث ہیں وہ ایرانی اور عجمی تخیلات کا نتیجہ ہیں۔ عربی تخیلات اور قرآن کریم کی صحیح سپرٹ سے ان کا کوئی سروکار نہیں "

(اقبال نامہ حصہ دوم صفحہ ۲۳۰، ۲۳۱
مکتوب بنام چوہدری محمد احسن صاحب)

اس کے علاوہ علامہ اقبال کی کتب اور مضامین کا جو میں نے مطالعہ کیا تھا اس کے سوا بھی ان کی بہت سی ایسی تحریرات ملتی ہیں جن میں فرماتے ہیں۔ یہ ایک غیر اسلامی تصور ہے جو بہت بعد میں اسلام میں راہ پکڑ گیا، نہ کوئی مسیح آئے گا نہ کوئی مہدی ظاہر ہوگا یعنی کہتے ہیں بعد کی صدیوں میں غیر تہذیبوں کے اثر سے یہ چیزیں عقائد میں داخل ہوگئیں۔ تو اب یہ بھی ان کو دیکھنا ہوگا کہ ان کا مفکر اسلام تو عیسیٰ کے ہر قسم کے آنے کا منکر ہو چکا ہے اور امام مہدی کے ہر قسم کے آنے کا منکر ہو چکا ہے جبکہ امر واقعہ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تواتر کے ساتھ ان کے آنے کی خبر دے رہے ہیں اس لئے تمہیں فیصلہ کرنا پڑے گا کہ اپنے مبینہ منکرین اسلام کے پیچھے چلو گے یا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے چلو گے اور اپنے لئے اس آنے والے کو اختیار کرو گے جس کو اُمت موسوی سے نسبت ہے اور اُمت محمدیہ سے اس کو کوئی نسبت نہیں یا اسے اختیار کرو گے جو اُمت محمدیہ سے نسبت رکھتا ہے اور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا غلام ہے۔

ایک قطعی مسئلے پر انتہائی ظالمانہ روش

جہاں تک ہمارا تعلق ہے جو بھی شکل ہے یہ بات ہم قطعی طور پر یقینی سمجھتے ہیں اور تم بھی یقینی سمجھتے ہو کہ آنے والا لازماً نبی اللہ ہوگا اور اس بات میں اختلاف ہی کوئی نہیں تو پھر تم نے اتنا بڑا جھوٹ اور بہتان کیوں باندھا اور اتنا بڑا طوفان کیوں کھڑا کر دیا۔

کیوں اتنی کتابیں لکھیں؟ کیوں تکفیر اور غیر مسلم بنانے کا یہ قصہ شروع کیا؟ تمہارا اپنا عقیدہ ہے اور مسلّمہ عقیدہ ہے کہ جو شخص بھی مسیح کے نام پر آئے گا وہ لازماً نبی اللہ ہوگا۔ پرانا آئے گا یا نیا آئے گا یہ ایک الگ بحث ہے اور تمہارے اپنے ماننے والے اور تمہارے اپنے مفکرین یہ بھی لکھ چکے ہیں کہ ہوگا یقیناً نبی اللہ اور پرانا نہیں ہوگا "بدن آخر" پر ہوگا یا دوسرا شخص ظہور کرے گا اور مہدی اور عیسیٰ دو الگ الگ وجود نہیں ہوں گے۔ پس جہاں تک جماعت احمدیہ کا تعلق ہے یہ مسئلہ اتنا واضح اتنا قطعی ہے اور قرآن اور حدیث کی روشنی میں ایسا ثابت شدہ ہے کہ روز روشن کی طرح واضح اور کھلا کھلا ہے۔ کوئی بھی اس میں شک کی گنجائش نہیں۔ اس میں کوئی اندھیرا نہیں ہے پھر بھی ایک سو سال سے تم ہم سے جھگڑے کر رہے ہو اور ایک سو سال سے یک طرفہ جماعت پر ظلم پہ ظلم کرتے چلے جارہے ہو اور آج بھی ان ظلموں سے باز نہیں آرہے ہو۔ ابھی آج ہی سندھ سے ایک اور اطلاع ملی ہے کہ وہاں ایک اور احمدی کو شہید کر دیا گیا ہے پہلے سکھر کے امیر قریشی عبدالرحمن صاحب پہ حملہ کر کے انہیں شہید کر دیا گیا تھا اس کے بعد ایک احمدی دوست کو زخمی کیا گیا۔ پھر وہاں ایک احمدی نوجوان انعام الرحمن صاحب شہید کر دیئے گئے۔ اب نواب شاہ کے امیر چوہدری عبدالرزاق صاحب کو آج صبح گیارہ بجے شہید کر دیا گیا۔ کیا اس طرح یہ مسئلے طے ہوں گے؟ ایک احمدی شہید کرو گے، دو کرو گے، چار کرو گے،

ہزار کر دو گے جتنے چاہو شہید کرتے چلے جاؤ ہم تو یہ جانتے ہیں کہ خدا تعالیٰ انہیں زندہ ہی قرار دیتا ہے اور زندہ ہی قرار دیتا رہے گا۔ تم میں توفیق نہیں ہے کہ جسے خدا زندہ کرے تم اس کو مار سکو۔ ہاں جسے خدا نے مار دیا ہے اس کو زندہ کرنے کی کوشش کر رہے ہو تم اس بات میں بھی ناکام رہے اور اس بات میں بھی ناکام رہو گے اور کبھی عیسیٰ کو زندہ نہیں کر سکو گے۔ اگر جماعت کو مارنا ہے تو دس یا سو یا ہزار آدمیوں کے مارنے سے جماعت نہیں مرے گی۔ ایک آدمی کو زندہ کر کے دکھا دو اس کے زندہ ہو جانے سے ساری جماعت خود بخود مر جاتی ہے اور وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں۔ اتنا لمبا جھگڑا ہو گیا۔ سو سال ہو گئے دنیا کہیں سے کہیں پہنچ گئی اور آج سے سو سال پہلے بلکہ اس سے بھی پہلے خود تمہارے علماء یہ کہتے رہے ہیں کہ تم بالکل تباہ حال ہو چکے ہو اسلام کا نام و نشان تم میں باقی نہیں رہا تو عیسیٰ بیٹھے کیا کر رہے ہیں اوپر سے اترتے کیوں نہیں۔ احمدیوں کو مارنے کی بجائے ایک مرے ہوئے کو زندہ کر کے دکھا دو اور میں تمہیں جماعت احمدیہ کی طرف سے چیلنج دیتا ہوں۔ اس بات پر جھگڑا ختم ہو جاتا ہے۔ اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو تم نے زندہ اتار دیا تو خدا کی قسم میں اور میری ساری جماعت سب سے پہلے بیعت کریں گے۔ ہم پرانے عقیدوں سے توبہ کر لیں گے اور عیسیٰ کے آگے بھی لڑیں گے اور پیچھے بھی لڑیں گے دائیں بھی لڑیں گے اور بائیں بھی لڑیں گے کیونکہ ہم تو ہاں کرنے والے آمَنَّا وَصَدَّقْنَا کہنے والوں میں

شامل ہو چکے ہیں۔ لیکن یہ بھی میں تمہیں بتاتا ہوں کہ اگر تمہارا عیسیٰ ہاں! وہ فرضی عیسیٰ جس کو تم پیش کر رہے ہو بفرضِ محال اگر زندہ آسمان پہ بھی گیا ہے اور وہ اتر بھی آئے تب بھی تم اس کی مخالفت کرو گے۔ تمہارے مقدر میں مخالفت کرنا لکھا گیا ہے۔ تم یہ جھگڑا کیوں اس طرح طے نہیں کرتے۔ کیوں دعائیں نہیں کرتے کیوں خدا کے حضور ماتھے نہیں رگڑتے کہ بہت بڑا اختلاف ہو گیا دنیا کہیں سے کہیں پہنچ گئی۔ اے خدا اس عیسیٰ کو بھیج۔ تم سے تو اس معاملہ میں یہودی بہتر ہیں کہ آج تک دیوارِ گریہ کے پاس جا کر سر پٹختے ہیں کہتے ہیں کہ اے خدا اس مسیح کو بھیج اس ایلیا کو بھیج جس کے بعد مسیح نے آنا ہے۔ کیا تمہیں کوئی حسرت نہیں کوئی درد نہیں تمہارے دل میں اسلام کی زندگی کا۔ عیسیٰ تو عیسیٰ تمہارے عقیدہ کے مطابق تو ابھی وہ دجال کا گدھا بھی ظاہر نہیں ہوا جس کے اوپر بیٹھ کر دجال نے سفر کرنے ہیں اور ہلاکتیں پھیلانی ہیں دنیا میں پھر جا کر کہیں عیسیٰ علیہ السلام کی باری آنی ہے۔ کہانیوں کی دنیا میں بس رہے ہو، قصوں میں رہ رہے ہو۔ حقیقتِ حال سے تمہارا کوئی بھی تعلق باقی نہیں رہا حسرت ہے تم پر اور ہم ان حسرتوں کے ساتھ تمہارے لئے دعائیں کرتے ہیں۔ میں اس خدا کی عزت و جلال کی قسم کھا کر کہتا ہوں جس کے ہاتھ میں میری جان اور تمام احمدیوں کی جان ہے کہ اگر واقعۃً عیسیٰ زندہ ہے اور ہم جھوٹے ہیں تو اے خدا ہم سب کو ہلاک کر دے اور نیست و نابود

کر دے۔ مگر خدا کی قسم عیسیٰ مر چکا ہے اور اسلام زندہ ہے۔ آج اسلام کی زندگی تم سے ایک فدیہ چاہتی ہے وہ کیا ہے؟ عیسیٰ کی موت۔ اس لئے عیسیٰ کو مرنے دو اسی میں اسلام کی زندگی ہے۔

صبر و شکر اور تسلیم و رضا کا دلکش اظہار

اب میں اس عارضی جدائی سے پہلے کہ جو جلسہ کے اختتام پر اختیار کریں گے دُعا کی تحریک کرتا ہوں۔ بہت سے دوست تمام دُنیا سے تشریف لائے ہیں باوجود میرے منع کرنے کے (منع براہِ راست تو نہیں کیا لیکن اشارۃً کہہ دیا تھا کہ یہ انگلستان کا جلسہ ہے لیکن) بڑی کثرت سے اور بہت تکلیفیں اٹھا کر افریقہ، امریکہ، انڈونیشیا، جاپان کے علاوہ دور دراز ممالک سے احباب تشریف لائے ہیں اور پاکستان سے تو ایسے بہت سے غرباء بھی شامل ہوئے ہیں جن کو میں جانتا ہوں کہ انہیں دو وقت کی روٹی بھی کھانا مشکل تھا تعجب ہوا ہے ان کو دیکھ کے کہ پتہ نہیں غریبوں نے کیا کیا چیزیں بیچی ہیں کہ عشق اور محبت کی وجہ سے یہاں پہنچ گئے ہیں تو ہم ان کو دعاؤں میں یاد رکھتے ہیں اور اب بھی دُعاؤں میں یاد رکھیں گے اور آئندہ بھی انشاء اللہ دعاؤں میں یاد رکھتے رہیں گے۔ ان لوگوں کو بھی دُعاؤں میں یاد رکھیں جو حسرتیں لئے بیٹھے رہ گئے اور نہیں آسکے۔ اس کثرت سے مجھے خط ملے ہیں پچھلے چند دنوں میں انتہائی درد ناک، جن کو برداشت کرنا ممکن نہیں ہوتا۔ بچے، عورتیں، مرد بوڑھے جوان بلک بلک کر لکھ رہے

ہیں کہ تڑپ رہے ہیں ہم کہ کسی طرح وہاں پہنچ جائیں لیکن نہیں پہنچ سکتے۔ حتٰی کہ

غرض جس طرح بن آیا مطالبان سے نوائے
مرے ہمراز پہ وہ پر شکستہ کیا کریں جن کے
دعائیں اُڑ گئے نالے گئیں بے کار فریادیں

یہ ان کی کیفیت ہے تو ان کے لئے بھی دُعائیں کریں۔ اپنے صحت مندوں کے لئے دُعائیں کریں وہ جو ایمان میں کمزور ہیں ان کے لئے بھی دُعائیں کریں، جو ابھی تک غافل ہیں ان کے لئے دُعائیں کریں، وہ جن کو ایمانی تقویت نصیب ہوئی ہے اُن کے لئے بھی دُعائیں کریں اور ان شہداء کے لئے بھی دُعائیں کریں جن کی قربانیوں کی نیتیں پوری ہوگئیں اور اللہ تعالیٰ نے ان کی منتیں پوری فرمانے کا انتظام فرما دیا، اور ان کے لئے بھی دُعائیں کریں جو شہادت کی تمنا لئے بیٹھے ہیں اور خدا سے اُمید لگائے بیٹھے ہیں کہ جب بھی ایسا وقت آئے گا وہ پیٹھ نہیں دکھائیں گے۔ دُعائیں کریں ان کے لئے بھی جو مظلوم ہیں اور ان کے لئے بھی جو ظالم ہیں آخر حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی اُمّت میں سے ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ یہ نام ہمیں اتنا پیارا ہے کہ حقیقت یہ ہے کہ اس قوم کی تباہی ہم نہیں دیکھ سکتے اور حالات ایسے پیدا ہو رہے ہیں کہ دن بدن ان کے لیڈر ان کے رہنما ان کو تباہی کے کنارے کی طرف لے جا

رہے ہیں ، اور کچھ ایسی علامتیں ظاہر ہو رہی ہیں جن کی وجہ سے مجھے شدید خطرہ محسوس ہوتا ہے اور فکر ہوتی ہے اُسی کی طرف میں آپ کو توجہ دلانی چاہتا ہوں ۔

پہلے شہادتیں ہوتی رہی ہیں مگر سندھ میں بہت کم اور شاذ کے طور پر۔ اس مرتبہ سندھ کو خصوصیت کے ساتھ اس فتنے کے لئے چنا گیا ہے کیونکہ درحقیقت پنجاب میں ان کی تحریک عملاً ناکام ہو چکی ہے اور سندھ میں بہت سے علاقے ایسے ہیں جن کا احمدیت سے کوئی زیادہ واسطہ نہیں رہا، احمدی نسبتاً کم ہیں اس لئے وہ ان کی جھوٹی باتیں مان جاتے ہیں ۔ بعض یہ بتا رہے ہیں۔ بعض خبریں اس سے پہلے بھی مجھے ملی تھیں کہ بعض سیاسی پارٹیاں ایسا کر رہی ہیں، ان علماء کو انگیخت بھی کر رہی ہیں اور پیسے بھی دے رہی ہیں اور قاتل خریدے جا رہے ہیں کیونکہ وہ سمجھتے ہیں کہ اس طرح کچھ نہ کچھ ہو جائیگا، احمدی اگر شہید ہوں گے تو کچھ ردِّ عمل ہوگا اور پھر اس حکومت کی مصیبت سے ہمیں نجات ملے گی۔ بہرحال کچھ بھی ہو امر واقعہ یہ ہے کہ جب خدا تعالیٰ نے ان کو یہاں تک ڈھیل دی ہے کہ یہاں شہادتیں ہو رہی ہیں اور قانون کے خلاف ہو رہی ہیں ۔ گذشتہ طریق سے ہٹ کر ہو رہی ہیں تو اس میں بہت سے خطرات بھی مضمر ہیں اور کچھ روشن امکانات بھی ہیں۔ خطرات تو اُسی قسم کے ہیں جیسے حضرت سید الشہداء صاحبزادہ سید عبد اللطیف کی شہادت سے افغانستان

کو لاحق ہوئے ۔ آپ کی شہادت کے بعد بھی قوم پر تباہی آئی اور آجکل تو ایسی دردناک حالت سے وہ قوم گذر رہی ہے کہ جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السّلام نے واضح پیشگوئیاں فرمائی تھیں اسی طرح اس قوم کو ایک مسلسل سزا مل رہی ہے ۔ ایک اس طرح بھی یہ بات پوری ہو سکتی ہے کہ جہاں شہیدوں کا خون بہتا ہے وہاں پھول بھی کھلتے ہیں، وہاں وہ خون کے قطرے نئے گلزار کھلا دیتے ہیں ، نئے چمنستان کھلا دیتے ہیں اور ہر قطرے کے بدلے خدا تعالیٰ بعض دفعہ ایک نئی سعید رُوح عطا فرما دیا کرتا ہے ۔ یہ دونوں قسم کی چیزیں قرآن کریم سے ثابت ہیں کہ شہادتوں کے نتیجہ میں کثرت کے ساتھ نمو اور کثرت کے ساتھ افزائش اور بے شمار فضل نازل ہوتے ہیں اور شہادتوں کے نتیجہ میں ایسی حالت بھی ہوتی ہے کہ پھر ان لوگوں کی صف لپیٹ دی جاتی ہے جو ظلم اور سفاکی سے کام لیتے ہیں۔

پس ان دونوں میں سے ایک بات لازماً ہو کر رہے گی یا تو صوبہ سندھ خدا تعالیٰ کی کسی پکڑ کے نیچے آنے والا ہے اگر یہ شرارت واقعۃً رپورٹوں کے مطابق بعض سندھی خود پرست سیاستدانوں کی ہے تو پھر یہ پکڑے جائیں گے، یہ اللہ تعالیٰ کے عذاب کے نیچے ہیں اور خدا امتیازی نشان دکھائے گا ۔ اور اگر یہ پنجابیوں کی شرارت ہے جن کی پنجاب میں پیش نہیں گئی تو سندھ میں چلے گئے ہیں تو یہ میں آپ کو آج بتا دیتا ہوں کہ پھر سندھ میں بسنے والے پنجابی بھی

امن میں نہیں رہیں گے۔ اور اگر یہ باز نہ آئے تو ان کے لئے بہت خوفناک دن آئیں گے۔ ہمیں جو دُکھ دیتے ہیں وہ تو ہم خدا کی رضا کی خاطر برداشت کرتے چلے جائیں گے۔ صرف ہم انعامات پر راضی رہنے والے لوگ نہیں ہیں۔ ہم تو اپنے اندر ابتلاؤں میں بھی خوش رہنے کی عادتیں ڈال چکے ہیں اور صبر و رضا کے گُر سیکھ چکے ہیں اس لئے ہم تو ہر حال میں خوش ہیں۔ صبر و شکر اور تسلیم و رضا کی عادت ہے اسی طرح گذارہ کرتے چلے جائیں گے مگر تمہیں خطرہ ہے چونکہ جب خدا کی لاٹھی چلتی ہے تو بے آواز چلتی ہے۔ پیشتر اس کے کہ تم محسوس کرو، معلوم کر سکو کہ تمہارے ساتھ کیا ہوا ہے تم گھیرے میں آ چکے ہوگے۔ لیکن اگر استغفار کرو، اگر خدا کی رحمت کی تقدیر کے طالب ہو، اگر یہ چاہتے ہو کہ خدا کی نصرت اس کے نتیجہ میں آئے تو اپنی شرارتوں سے باز آؤ۔ تمہاری نجات کا یہی ایک ذریعہ ہے۔ پس میں جماعت کو یہ کہتا ہوں کہ اگر تم چاہتے ہو کہ سعید روحیں کثرت سے جیتیں ہوں تو دُعائیں کرو۔ اس میں بھی ایک لُطف ہوتا ہے خدا کی پکڑ اس طرح دیکھنے کا کہ گویا تائید کا نشان ظاہر ہوا ہے اس میں کوئی شک نہیں لیکن جب وہ حالات گذرتے ہیں تو دُکھ بھی بہت ہوتا ہے لیکن بخشش کے نتیجہ میں رحم کے نتیجہ میں جو نعمتیں ملتی ہیں ان کا عجیب لُطف ہے اس لئے اس لُطف کے خواہاں ہوں نہ کہ انتقام والے لُطف کے۔ اس لئے اُن کے لئے

بھی دُعائیں کریں اور ایک دفعہ پھر میں تاکید کرتا ہوں کہ یہاں جو منتظمین ہیں ان کے لئے بھی دُعا کریں۔ بہت محنت کے ساتھ انہوں نے کام کیا ہے۔ غلطیاں ہوتی ہیں مثلاً لاؤڈ سپیکر کا انتظام متواتر ہیں کل کچھ خراب ہوگیا اور کچھ یہاں خراب ہوگیا۔ نئے تجربہ والے لوگ ہیں یہ قادیان اور ربوہ کی طرح بچپن سے ان کاموں کا تجربہ نہیں رکھتے تھے۔ ان کو یہ نہیں پتہ کہ اچانک کیا ہو جایا کرتا ہے اس لئے بالکل اس معاملہ میں بری الذمہ ہیں سو ان سے ناراض نہ جائیں۔ مجھے پتہ ہے کل امریکہ کی خواتین اور بعض دوسری خواتین بڑی ناراض تھیں کہ کتنا خرچ کرکے ہم آئے اور تقریریں بھی ڈھنگ سے نہ سن سکے۔ مجھے بھی تکلیف تو ہوئی لیکن یہ جو کام کرنے والے ہیں ان کی دل شکنی نہیں ہونی چاہیئے۔ ان کے لئے اگر آپ نے ناراضگی کا اظہار کیا تھا تو آپ اس کا بدلہ اس طرح اتاریں کہ ان کے لئے خاص طور پر دُعا کریں۔ انہوں نے غیر معمولی محبت اور اخلاص سے کام کیا ہے اسی طرح باقی کارکنوں کا حال ہے۔

شعبہ ٹیلیفون والوں کا ذکر کرنا میں بھول گیا تھا۔ اس شعبے میں بھی بڑے بڑے مخلصین کام کرتے رہے ہیں۔ بڑی مشکل سے نامساعد حالات میں انہوں نے مسلسل ٹیلیفون کو چوبیس گھنٹے سنبھالا ہے اور ان کا کمرہ اتنا چھوٹا تھا کہ اس میں ہوا کے آنے جانے کا کوئی رستہ نہیں تھا حتیٰ کہ وہاں بیٹھ کے دم گھٹنے لگتا

تھا۔ ایک دفعہ بڑے اصرار سے مولوی عبدالکریم صاحب نے جو اس میں کام کرتے ہیں مجھے کہا ہمارے کمرے میں ضرور آئیں۔ میں نے کہا کہ شاید ویسے ہی محبت سے بُلا رہے ہیں، یہ جا کے پتہ چلا کہ اتنی محبت پیدا کرنے کے لئے بلا رہے ہیں گویا وہ کہنا یہ چاہتے تھے کہ ایسے لوگ بھی ہیں تمہاری چھت کے نیچے کبھی ان کا بھی تو خیال کیا کرو۔ چنانچہ میں نے کہا کہ جس طرح بھی ہو ان کو فوراً کھلا کمرہ دو۔ چند منٹ بھی وہاں دم گھٹتا تھا۔ گرمیوں کے زمانے میں کوئی سوراخ نہیں، کوئی رستہ نہیں ہوا کا۔ اور وہاں ٹیلیفون ایکسچینج لگا ہوا تھا۔ بمشکل آدمی نے جس طرح کوٹ پہنا ہوتا ہے اس طرح انہوں نے کمرہ پہنا ہوتا تھا اور پھر باری باری بوڑھے بھی، کمزور بھی اُس میں ڈیوٹی دیتے رہے ہیں اور بغیر شکوہ کے۔ صرف اِن کو سُوجھی ہے مولوی عبدالکریم صاحب کو حالت بتانے کی۔ شکوہ نہیں کرنا صرف دعوت دینی ہے کہ ہمارے ہاں بھی تشریف لائیں۔ اس طرح کام کیا ہے اِن لوگوں نے تو ان کارکنوں کے لئے بہت دعائیں کریں اور یہ دُعائیں کریں کہ ان کا فضل ساری قوم پر نازل ہوتے نظر بھی آرہا ہے کہ ہو رہا ہے۔ خدا کے فضل سے بڑی توجہ پیدا ہوگئی ہے۔ جب سے میں آیا ہوں تبلیغ کے رنگ بدل گئے ہیں، دلچسپیاں بڑھ رہی ہیں، پھل آرہے ہیں، نئے نئے، بڑے بڑے مخلص جوڑے اب پیدا ہوئے ہیں اِن سے

مل کر بڑا لُطف آتا ہے۔ ایک جوڑا جو نیا احمدی ہوا ہے، وہ ڈاکٹر سعید صاحب اور ان کی بیگم صاحبہ، ڈاکٹر حامد اللہ خان صاحب اور ان کی بیگم امۃ الحی صاحبہ، یہ جو دو جوڑے ہیں، ان کی مشترکہ کوششوں سے احمدی ہوئے ہیں اور بیعت کے بعد دوسرے تیسرے دن ہی یوں لگتا تھا جس طرح صدیوں سے پیدائشی احمدی ہیں۔ بڑے مخلص اور بڑے فدائی احمدی ہیں۔ ایسا لگتا ہے احمدیت ان کے اندر جذب ہوگئی ہے۔ یہ اللہ کا فضل ہے۔ ان لوگوں کی خدمتیں رنگ لا رہی ہیں، باتیں مانتے ہیں تبلیغ کرتے ہیں، کوششیں کرتے ہیں، دُعائیں کرتے ہیں تو ان کے لئے بھی بہت دُعائیں کریں۔ وہ دوست بھی دُعا کریں جو جانے والے ہیں، اور پیچھے رہ جانے والے بھی دُعا کریں۔ سبھی احباب کے لئے دُعا کریں اور میرے لئے بھی کریں کہ میں زیادہ دیر پیچھے رہنے والوں میں نہ ہو جاؤں۔ میں پھر آپ سے آکے ملوں۔ ساری محبتیں اپنی جگہ لیکن خدا کی قسم میرا آپ کے بغیر دل نہیں لگ رہا۔ میں ہر ممکن ضبط کرتا ہوں، ہر ممکن کوشش کرتا ہوں لیکن ربوہ اور پاکستان کے فدائیوں کے ساتھ ایک لمبا عرصہ خدمت کا موقع ملا ہے، اُن کے چہرے آنکھوں کے سامنے پھرتے ہیں۔ ان کی محبت اور اخلاص، ان کی قربانیاں یاد آتی ہیں۔ پس یہ سوچتا ہوں کہ وہ کہتے ہوں گے کہ ہمیں کس حالت میں چھوڑ کر

چلا گیا ہے ، نہیں کہتے ہوں گے مجھے پتہ ہے مگر یہ خیال ضرور آجاتا ہے اور اُس خیال سے تکلیف بھی بہت ہوتی ہے۔ اس لئے دُعا کریں کہ اللہ تعالیٰ جو بھی فضل اور خیر کی تقدیر ظاہر فرمانا چاہتا ہے اب جلدی ظاہر فرما دے۔ دن بہت لمبے ہو گئے ہیں۔ آیئے اب دُعا کر لیں۔

Published by
Additional Nazarat Isha'at and Vakalat Tasneef,
The London Mosque, 16 Gressenhall Road, London SW18 5QL